وفا کے راہی

تحریر: محمد نجم مصطفائی

ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامیہ [illegible]

گذارش

میں اپنی اس کتاب کا ثواب عالم اسلام کے ان فرزندوں سے منسوب کرتا ہوں جنہوں نے ناموسِ رسالت پر اپنی جانیں پروانہ وار قربان کر دیں۔ دوئم ان مسلمانوں سے منسوب کرتا ہوں کہ جن کے دل پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت سے سرشار ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو کونین کی انمول دولت تصور کرتے ہیں۔

آپ کا دردمند بھائی

محمد نجم مصطفائی

(پنجاب، پاکستان)

3-4-1996

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بہت پیارے اور برگزیدہ رسول گزرے ہیں۔ انہیں اپنی قوم بنی اسرائیل سے بہت محبت تھی۔ ہر وقت ان کی بہتری کی خواہش کرتے ان کی مصیبتوں کا مداوا کرتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بے شمار انعامات سے نوازا۔ ان نوازشات اور انعام واکرام کا ذکر قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کو پانی کی سخت ضرورت پیش آئی اور پوری قوم پانی کی ایک ایک بوند کیلئے ترسنے لگی تو موسیٰ علیہ السلام کے عصاء مبارک کی ایک ہی ضرب سے پتھر سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے جس سے پوری قوم پیاس کے ہولناک عذاب سے بچ گئی۔

ایک مرتبہ یہی قوم بنی اسرائیل ایک نہایت گرم ریگستان میں جا پہنچی اور انہیں سخت گرم گرم ہواؤں کے تھپیڑوں کا سامنا ہوا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا کی تو فوراً اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور ان پر بادلوں کا سائبان کردیا۔

ایک مرتبہ یہی قوم دریائے نیل کی طوفانی موجوں کے بھنور میں گھر گئی اور اوپر سے فرعون کی ناہنجار سنگدل فوجوں نے بھی آگھیرا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس مصیبت سے بچانے کیلئے دریائے نیل کی طوفانی موجوں پر عصاء مبارک کی ایک ضرب ماری جس سے وہی طوفانی موجیں بارہ سڑکوں میں بدل گئیں۔

یہی وہ قوم تھی کہ جب ایک مرتبہ انہیں بھوک نے ستایا اور بھوک کی شدت سے نڈھال ہوگئی اور ایک دانہ بھی انہیں کھانے کو میسر نہ ہوا تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور اس قوم کیلئے جنت سے پکا ہوا بہترین کھانوں کا دسترخوان اتر آیا۔ جس میں من وسلویٰ کھیر حلوہ اور دیگر بے شمار جنتی کھانے تھے۔ اسکے علاوہ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا کرم یہ بھی ہوا کہ اسے فرعون کے جادوگروں کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء مبارک کے وسیلے سے ایسی فتح نصیب ہوئی کہ ان کے بے گناہ بچے قتل ہونے سے بچ گئے اور فرعون کے ظلم وستم سے یہ قوم نجات پاگئی۔

اس قدر احسانات واکرامات کی بارش اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے کی جو اس سے پہلے کسی قوم پر نہیں ہوئی تھی۔ باوجود اس کے کہ بنی اسرائیل قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا رسول سمجھتے تھے مگر بدنصیبی سے ان کی سخت نافرمانیاں بھی کرتے، بات بات پر دکھ پہنچاتے، قدم قدم پر مخالفت کرتے، اپنے نجات دہندہ اور رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی میں وہ اس قدر آگے بڑھ چکے تھے کہ ان کی دل آزاری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے سرتابی کرنا گویا ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی۔

بخاری شریف کی حدیث پاک میں آتا ہے کہ آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی شرمیلے اور حیاء رکھنے والے تھے اور اسی شرم و حیاء کی بناء پر وہ اپنے بدن مبارک کو لوگوں سے چھپا کر رکھتے تھے۔

کسی شخص نے کبھی ان کے بدن مبارک کو برہنہ نہیں دیکھا۔ بس آپ کی قوم نے آپ کو ایذا دی اور انہوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام ہم سے اسلیئے اپنے جسم مبارک کو چھپاتے ہیں اور اس لئے ہمارے ساتھ برہنہ ہو کر نہیں نہاتے کہ ان کے بدن میں کوئی عیب ہے (یعنی ان کے جسم پر برص کے دھبے ہیں)۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر کروں تو ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا غسل کرنے کیلئے چلے گئے اور پھر انہوں نے اپنے کپڑے اُتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے تو وہ پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر دوڑ پڑا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے کپڑے لینے کیلئے برہنہ پتھر کے پیچھے دوڑ پڑے اور آوازیں دیتے جاتے تھے: یا حجر ثوبی یا حجر ثوبی "اے پتھر میرے کپڑے واپس کردے" اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آوازیں دیتے ہوئے پتھر کے پیچھے برہنہ دوڑے جا رہے تھے تو قوم نے دیکھا تو پکار اُٹھی کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق ہے یعنی ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر سے اپنے کپڑے حاصل کر لئے۔ (خلاصہ مشکوٰۃ شریف، ص ۵۰۷ بحوالہ مسلم شریف و بخاری شریف)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے برہنہ غسل کرنے میں یہ حکمت تھی کہ بنی اسرائیل نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عیب لگایا تھا اسے کمال عزت و احترام سے بری کر دیا جائے۔ (اشعات اللمعات، ج ۴ ص ۴۴۳)

محترم مسلمانو! آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہر نقص و عیب سے پاک تھے اور آپ وکان عند اللہ وجیھا یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑے وجیہہ اور بڑی شان والے ہیں مگر اس کے باوجود آپ کی قوم نے آپ پر عیب لگایا اور آپ کی شانِ اقدس میں گستاخانہ رویہ اختیار کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کو خبردار کر دیا اور ارشاد فرمایا:

یا ایھا الذین امنوا لا تکونوا کالذین اذوا موسیٰ فبرھا اللہ مما قالوا ط وکان عند اللہ وجیھا

ترجمہ: اے ایمان والو! ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے اسے بری فرمادیا اس بات سے جو انہوں نے کہی اور حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ کے یہاں آبرو والا ہے۔ (سورۂ احزاب: ۶۹)

محترم مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت سے ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے مسلمانوں کو خبردار کر دیا ہے اے مسلمانو! کہیں تم بھی ایسے نہ ہو جانا کہ جب تم میرے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معرفت ایمان کی دولت پالو یا ان کی دعاؤں کے طفیل میری ہزاروں نعمتیں اور بے شمار انعام و اکرام حاصل کر لو تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کی طرح میرے سب سے محبوب و مکرم نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کسی قسم کا کوئی عیب لگا کر ایذا دینے لگ جاؤ اور ان پر تنقید شروع کر دو۔

اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو خبردار تم بنی اسرائیل کی روش اختیار کرکے میرے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی مت کرنا ورنہ تمہیں اس گستاخی کی ایسی دردناک سزا ملے گی جس سے نجات کے سارے دروازے بند ہوجائیں گے۔ ہر وہ بات جس سے میرے محبوب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچے ہرگز نہ کہنا اور نہ ان کی ذات اقدس پر بہتان باندھنا۔

محترم مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ کسی بھی مسلمان سے ایسا فعل نہ ہو جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچے۔

ایک مرتبہ قبیلہ بنو تمیم کے کچھ لوگ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں حاضر ہوتے ہیں۔ اتفاق سے اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ آرام فرما رہے تھے۔ آنے والے یہ لوگ اعرابی یعنی دیہاتی تھے جو ابھی آدابِ نبوت سے واقف نہ تھے۔ ایک دم زور سے پکارنے لگے: اخرج الینا فان مدحنا زین و ذمنا شین یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ گھر سے نکل کر ہم لوگوں کے پاس تشریف لایئے۔ ہم وہ ہیں جس کی مدح کردیں وہ مزین اور جس کی مذمت کردیں وہ عیب دار ہوجاتا ہے۔ ان اعرابیوں کی یہ حرکت اور اندازِ بیان رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر گراں گزرا۔ فوراً جبرائیل امین اللہ تعالیٰ کا قرآن فرمان لے کر نازل ہوئے:

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولو انھم صبروا
حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم (سورۂ حجرات:۵)

ترجمہ: بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کیلئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

محترم مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے اس قرآنی فرمان کو پیش نظر رکھتے ہوئے ذرا غور کیجئے۔ جب آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربارِ عالی میں معمولی سی بے احتیاطی اللہ تعالیٰ کو دیکھنا گوارا نہیں ہوئی تو بھلا سوچئے اس مقدس ہستی کی شان میں گستاخیاں کرنے والے ان بدنصیبوں کا بارگاہِ خداوندی میں کیا حال ہوگا جنہوں نے اپنی زبانوں اور اپنے قلم سے بارگاہِ رسالت میں گستاخانہ جملے کہے ہوں۔ یقیناً ایسے بے ادب و گستاخ غضبِ الٰہی کے مستحق ہوں گے۔ یقین جانئے ایسے لوگ ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی لعنتوں کی مار اور مخلوقِ خدا کی پھٹکار کا شکار ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ذرا سی بھی بے ادبی کرنے والوں کو ایمان و اسلام کے دعویٰ کے باوجود کافر قرار دیا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کرنجی آنکھوں والے سے فرمایا، تم اور تمہارے ساتھی کس بات پر میری شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ وہ گیا اور اپنے ساتھیوں کو بلا لایا' سب نے آ کر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فوراً جبرائیل امین کو یہ فرمان دے کر بھیجا:

یحلفون باللّٰہ ما قالوا ط ولقد قالوا کلمۃ الکفر واکفروا بعد اسلامھم (سورۂ توبہ:۷۴)

ترجمہ: اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بے شک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہوئے۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کا لفظ بولنا کفر ہے ذرا سی گستاخی سے دین و دنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں اور ذلت و نامرادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

مسلمانو! خدا گواہ ہے کہ بارگاہِ رسالت کے گستاخوں کو اللہ تعالیٰ کی قہاری نے کیسی کیسی عبرت ناک سزائیں دی ہیں اگر ان کا تصور کیا جائے تو جسم کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند انصاری نوجوانوں کو بھیج کر ابو رافع کو قتل کروا دیا۔ کیونکہ ابو رافع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیا کرتا تھا۔ (بخاری شریف، ج ۲ ص ۷۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی اور طعنہ زنی کرتی تھی تو حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک جانثار غلام نے اس عورت کے گلے میں پھندا ڈال کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور جب حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت کے خون کو باطل قرار دے دیا۔ یعنی نہ کوئی قصاص اور نہ کوئی دیت۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص ۲۷)

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ہرزہ سرائی کرنے والا واجب القتل ہے اور شاتمِ رسول دشمنِ رسول ہے۔ اب ذرا دشمنِ رسول کے بارے میں قرآن مجید کا فیصلہ بھی سن لیجئے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

من کان عدوا للّٰہ وملٰئکتہ ورسولہ وجبریل ومیکٰل فان اللّٰہ عدو للکٰفرین (سورۂ بقرہ:۹۸)

ترجمہ: جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل و میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

اس آیتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نافرمانوں اور گستاخوں کو نہ صرف اپنا دشمن قرار دیا ہے بلکہ ان دشمنوں کو کافر بھی ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ایک بشر نامی شخص کا کسی یہودی سے کسی بات پر جھگڑا ہوگیا۔ طے یہ پایا کہ اس کا فیصلہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کرایا جائے۔ لیکن بشر جو کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا' کہنے لگا کہ میرے اور تمہارے درمیان کعب بن اشرف فیصلہ کرے گا۔ کیونکہ کعب بن اشرف رشوت خور تھا جو کہ رشوت لے کر دُرست فیصلے غلط کر دیتا تھا۔ یہودی چونکہ اس جھگڑے میں حق پر تھا اور بشر جھوٹا تھا لہٰذا یہودی کعب بن اشرف سے فیصلہ کرانا نہیں چاہتا تھا۔

چنانچہ دونوں بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوگئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کے دلائل سنے اور یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ لیکن بشر کو یہ فیصلہ پسند نہ آیا اور کہنے لگا کہ میں اس فیصلے پر راضی نہیں ہوں۔ چلو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چل کر فیصلہ کروالیتے ہیں۔ پھر دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے گئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ یہودی بولا کہ آپ کے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فیصلہ میرے حق میں کر دیا ہے لیکن بشر کا کہنا ہے کہ محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا فیصلہ مجھے منظور نہیں ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بشر سے پوچھا، کیا یہودی سچ کہتا ہے؟ بشر بولا ہاں سچ کہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال میں آگئے۔ آنکھیں غصے سے غضب ناک ہوگئیں۔ فرمایا ٹھہر تیرا فیصلہ ابھی کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ گھر میں گئے دیوار پر لٹکی ہوئی تلوار کو ہاتھ میں تھاما اور تیز قدموں سے واپس آئے اور فرمایا اے شخص سن جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کو نہیں مانتا عمر اس کا فیصلہ تلوار سے کرتا ہے یہ کہہ کر تلوار کو اٹھایا اور انتہائی شدت سے بشر کی گردن پر دے ماری اور بشر کی گردن تن سے جدا کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلے کو پسند فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

فلا وربك لايومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم الخ (سورۃ النساء:۶۵)

ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے ربّ کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں واضح کر دیا کہ اے میرے محبوب! اگر کوئی لاکھ نمازیں بھی پڑھ لے، حج بھی کر لے، زکوٰۃ بھی ادا کرنے والا ہو، تہجد پڑھنے والا بھی ہو، رات دن تسبیح چلانے والا ہو، اپنی ساری زندگی تبلیغ میں گزارنے والا بھی ہو جب تک کہ اے محبوب تجھے اپنا حاکم تسلیم نہ کرے تیرے فیصلے کو نہ مانے' ایسا شخص مسلمان نہیں۔

مسلمانو! سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت کو سلام جنہوں نے دین اسلام کے باغیوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے گستاخوں کو یہ بتادیا کہ آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانثار غلاموں اور وفادار اُمتیوں کے جیتے جی جس نے بھی ناموسِ رسالت پر حملہ کیا اسے کافر اور مرتد سمجھ کر موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے گا۔

اس آیتِ کریمہ کے نازل ہونے کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ کھیتوں کو پانی دینے کے سلسلے میں ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑا ہو گیا۔ معاملہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے زبیر! تم اپنے باغ کو پانی دے کر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو۔ یہ بات انصاری کو گراں لگی اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ انصاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی قدر نہ کی چنانچہ مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے والا کون ہے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس بے ادب اور آپ کے گستاخ کو قتل کر دوں؟ تو ارشاد فرمایا ہاں۔

چنانچہ حضرت مسلمہ اپنے ساتھیوں کو لیکر کعب بن اشرف کے مکان پر پہنچے اور رات کو اس گستاخِ رسول یعنی کعب بن اشرف کو بلایا۔ کعب بن اشرف جب باہر آنے لگا تو کعب بن اشرف کی بیوی نے کہا میں ایسی آوازیں سن رہی ہوں جو خون میں ڈوبی ہوئی ہو۔ کعب بن اشرف نے کہا نہیں یہ تو میرے رضائی بھائی ہیں جیسے ہی وہ ان کے قریب آیا انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

(بخاری شریف، ج ۲ ص ۵۷۶۔ مسلم شریف، ج ۲ ص ۱۱۵)

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ کعب بن اشرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بے ادب و گستاخ تھا۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برے الفاظ سے پکارتا تھا۔ اس واقعہ میں ایک غور طلب بات یہ بھی ہے کہ کعب بن اشرف اپنے قاتلوں کا رضائی بھائی تھا۔ مگر اس کے باوجود رضائی بھائیوں نے اسے قتل کر دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ اور رسول کی محبت کے مقابلے میں باپ، بیٹا، بھائی اور تمام رشتہ داروں کے رشتے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گستاخ باپ کو جنگِ اُحد میں قتل کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ بدر میں اپنے بے ادب خالو عاص بن ہشام کو قتل کیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگِ بدر میں اپنے شاتمِ رسول بھائی عبید بن عمیر کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا اور حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جنگِ بدر میں عتبہ شیبہ اور ولید جیسے گستاخوں کو خاک و خون میں تڑپا دیا تھا۔

مسلمانو! اسلامی تاریخ کا اگر ہم بغور مطالعہ کریں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ جب بھی ضلالت وگمراہی کی ظلمتوں میں پروان چڑھنے والا کفرو باطل اہل ایمان کے مقابلے میں آیا تو حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وفادار اُمتیوں نے اپنی جانثاری اور غیرتِ ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے گستاخانِ رسول کو یہ بتادیا کہ ہم وہ غلام ہیں جو اپنے محبوب آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وآبرو اور ناموس کی نگہبانی کیلئے ایک تو کیا ہزاروں جانیں قربان کردینے کیلئے تیار ہیں۔

محمدِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ وفادار غلام ہر دَور میں گستاخانِ رسول کی ناک میں نکیل ڈالنے کیلئے پیدا ہوتے آئے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ اسلام کے یہ مرد غازی روزِ اوّل سے ہی دشمنانِ رسول کو ملیا میٹ کرتے آئے ہیں اور روزِ محشر تک کرتے رہیں گے۔ آیئے انگریزوں کے دورِ حکومت میں جنم لینے والے شمع رسالت کے ان پروانوں کے چند ایمان افروز واقعات اور سنتے ہیں جنہوں نے انگریز دورِ حکومت میں ناموسِ رسالت پر اپنی جانیں قربان کردیں جو شمع حسن محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پروانہ وار تو نثار ہوگئے لیکن ناموسِ رسالت کے سفید اور پاک دامن کو داغدار نہ ہونے دیا۔

۱۹۲۷ء میں ایک انتہائی افسوس ناک واقعہ پیش آیا۔ یہ وہ دور تھا جب اسلام دشمن انگریز ہندوستان پر حکمران تھا۔ یہ واقعہ کیا تھا دراصل مسلمانوں کی غیرتِ ایمانی کا ایک امتحان تھا۔ واقعہ کچھ یوں تھا کہ لاہور میں کسی بااثر ہندو راج پال نے ایک کتاب لکھی، کتاب کا نام تھا 'رنگیلا رسول' (نعوذ باللہ من ذالک) اس کتاب میں اس بدبخت راج پال نے قرآن مجید اور ناموسِ رسالت پر گستاخانہ حملے کئے اور دین اسلام اور ازواج مطہرات کی شان میں رکیک الفاظ استعمال کئے۔ جب یہ کتاب چھپ کر بازاروں میں فروخت ہونے لگی تو مشرکین ہند کے علاوہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں بھی یہ کتاب آئی۔ پھر کیا تھا ایک آگ تھی جو پورے ہندوستان میں بھڑک اٹھی۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلام میدانِ عمل میں کود پڑے ان کے دل تڑپ اُٹھے، سینوں میں ایک آگ تھی جو شمعِ رسالت کے پروانوں کے دِلوں میں راج پال اور اس کی کتاب کے خلاف بھڑک رہی تھی۔ پورا ہندوستان اس بیہودہ کتاب کے خلاف سراپا احتجاج بن گیا۔ ہر طرف مظاہرے ہونے لگے۔ ہر طرف ایک ہی نعرہ ایک ہی آواز گونج رہی تھی کہ واہیات کتاب کو ضبط کرو، راج پال کو پھانسی دو۔ مسلمانوں کے جوش وخروش کو دیکھ کر برطانوی حکومت کے اقتدار کی کرسی بھی ہلنے لگی اور مجبوراً رُسوائے زمانہ کتاب کو ضبط کرنا پڑا اور ساتھ ہی گستاخ رسول راج پال کو بھی گرفتار کرلیا۔

ہائی کورٹ میں مقدمہ چلا۔ جسٹس دلیپ سنگھ نے ہندوؤں سے ساز باز کرکے کتاب پر سے پابندی اُٹھالی اور راج پال کو رہا کردیا۔ جونہی اس ایک طرف فیصلہ کی خبر اخباروں میں چھپی زخم خوردہ مسلمانوں میں ایک دفعہ پھر شوق شہادت کا طوفان موجیں مارنے لگا اور اپنی جانوں کو ناموس رسالت پر قربان کرنے کیلئے لاہوری دروازے کے پاس جمع ہونا شروع ہوگئے۔ پھر وہاں سے لاہور کی گلیوں اور کوچوں میں بپھرے ہوئے شیروں کی مانند گرجتے ہوئے ایوان حکومت تک جا پہنچے مگر کوئی دادرسی نہ ہوئی۔ کئی مسلمانوں کو

گرفتار کر کے جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند کر دیا۔ مگر مسلمانوں کے جوش و جذبہ میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ داتا نگر میں ہر طرف ہر بازار ہر کوچے میں شمع رسالت کے پروانوں کے جھنڈ کے جھنڈ دکھائی دینے لگے۔ وہ قانون کی ہر رکاوٹ کو پاؤں کی ٹھوکروں سے دُور کرتے ہوئے اور ہر آہنی دیوار کو نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت سے پاش پاش کرتے ہوئے حکومت سے نبرد آزما ہونے کیلئے تیار ہو گئے۔ ہر جگہ وعظ و تقریر کے ذریعے مسلمانوں کو بیدار کیا جا رہا تھا کہ اے مسلمانو! اگر آج آپ نے اپنے رسول کی عزت و ناموس کی حفاظت نہ کی تو پھر ہمیشہ کیلئے توہین رسالت کا دروازہ کھل جائیگا۔ وہ دیکھو اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے اپنے حجروں میں سے پکار رہی ہیں کہ تم میں سے کون ہے جو ہماری عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ یقیناً گنبدِ خضراء کے مکین حضور پر نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اپنی پر کیف آواز میں یہ ارشاد فرما رہے ہوں گے کہ میرے دشمن کو ہلاک کرنے والا کون ہے؟ سوئے ہوئے مسلمان بیدار ہو چکے ہیں۔ ہر طرف کہرام مچا ہوا ہے۔ مسلمانوں کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔ راج پال نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے ہر عاشق رسول کو یہی فکر دامن گیر ہے کہ کسی طرح راج پال کو واصل جہنم کر دیا جائے رات کا سناٹا ہے ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ ہر طرف آہو کا سماں ہے۔ ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے۔ رات کی تاریکی میں ایک غریب گھرانے کا چشم و چراغ "علم دین" اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے۔ دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طوفان برپا ہے۔ شہادت کا شوق کسی پہلو چین سے نہیں بیٹھنے دے رہا ہے۔ اسی کیفیت میں اپنی چارپائی پر لیٹ جاتا ہے بار بار کروٹیں بدل رہا ہے اس نے آنکھیں بند کر کے کئی بار سونے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ گستاخ رسول راج پال اس کی آنکھوں میں کھٹک رہا تھا۔ آخر صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا تو فوراً اٹھا اور چھری کو اُٹھا کر اسے پتھر پر رگڑنے لگا، رات انتہائی بے چینی میں بسر کی۔ صبح کی نماز ادا کی، بارگاہِ خداوندی میں دعا کیلئے ہاتھ بلند کئے اے میرے مالک! میں تیرے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و آبرو پر حملہ کرنے والے گستاخ راج پال کو قتل کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں مجھے کامیاب کر اور میری راہ کی ہر اس دیوار کو مسمار کر دے جو میری تیز دھار چھری کو تیرے محبوب کے گستاخ راج پال کی گردن تک پہنچنے میں رکاوٹ ہو۔

صبح ہوچکی تھی۔ بازاروں میں پھر وہی رونق اور چہل پہل ہونے لگی۔ راج پال بھی دوسرے دوکانداروں کی طرح اپنی دکان پر آیا ابھی تکیہ لگا کر بیٹھا ہی تھا کہ علم دین کی چھری ہوا میں لہرائی' فضا میں ایک پُر جلال آواز گونجی اے میرے محبوب نبی کے دشمن اور گستاخ اب مرنے کیلئے تیار ہوجا۔ راج پال یہ سنتے ہی بھاگنے لگا مگر علم دین کی چھری پہلے ہی اپنا کام دِکھا چکی تھی۔ چھری اس گستاخ و بے ادب کے سینے میں پیوست ہوچکی تھی جو اس کے پیٹ کو پھاڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ گستاخِ رسول خاک وخون میں تڑپنے لگا وہ اپنے منطقی انجام تک پہنچ گیا۔ علم دین وہیں کھڑا رہا وہاں سے فارغ ہوکر سیدھا عدالت میں پہنچ کر خود کو قانون کے حوالے کردیا قتل کا مقدمہ چلا۔ مسلمان وکلاء نے علم دین کو بہت سمجھایا کہ وہ قتل کا انکار کردے اس طرح تم رِہا ہوجاؤ گے، مگر علم دین انکار کیوں کرتا اب تو وہ غازی بن چکا تھا اسے تو اب میانوالی کی تنگ وتاریک کوٹھڑی میں جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نورانی جلوے دکھائی دینے لگے اور رات کا ظلمت کدہ تاجدار حرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بقعہ نور بننے لگا۔ پھر وہ قتل سے کیوں انکار کرتا۔

مسلمانو! علم دین نے ناموسِ رسالت کیلئے اپنی جان تو دے دی مگر آنے والی نسلوں کو یہ بتا دیا کہ جب دنیا کا کوئی قانون ناموسِ رسالت کی حفاظت نہ کرے تو پھر اس کا تحفظ شمع رسالت کے پروانے اپنا خون دے کر کیا کرتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے اسی آسمان تلے اور اسی دھرتی کے اوپر بے شمار عاشقانِ رسول اور محبانِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے وقتاً فوقتاً گستاخانِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کیفر کردار تک پہنچایا اور ناموسِ رسالت کا تحفظ کیا۔ جب کسی بھی مردودِ ازلی نے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی اور بے ادبی کی تو فوراً اس نورِ مجسم کا کوئی پروانہ اُٹھا اور اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر گستاخ و بے ادب کو کیفر کردار تک پہنچا کر دربارِ مصطفوی میں سرخرو ہوا۔

برصغیر میں انگریزی دورِ حکومت میں جن عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جان کی بازی لگا کر ناموسِ رسالت کا تحفظ کیا اور اپنی سرفروشی کے انمٹ نقوش چھوڑے ان میں غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔ مگر ایک نام ایسا بھی ہے جس کا ناموسِ رسالت کے تحفظ کیلئے کارنامہ تو بہت بڑا ہے مگر بہت سے لوگ اس عظیم عاشق رسول سے واقف نہیں۔ شمع رسالت کے اس پروانے کا نام صوفی عبداللہ تھا، جولاھا قوم سے تعلق رکھنے والا یہ نوجوان ضلع قصور میں رہتا تھا۔ نہایت خوبصورت، رنگ گورا، بھری بھری سیاہ داڑھی، چونتیس سال سے عمر زیادہ نہ تھی گویا ایک لحاظ سے عالم شباب تھا۔

۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے کہ ضلع شیخوپورہ میں نور محمد جٹ نامی ایک پڑھا لکھا شخص رہتا تھا۔ اس کے ایک شادی شدہ عورت سے ناجائز تعلقات قائم ہوگئے۔ دونوں ایک دوسرے کو چاہنے لگے اور کوشش کرتے کہ کسی طرح ان کی آپس میں شادی ہوجائے۔ لیکن چونکہ عورت پہلے سے شادی شدہ تھی اور اسلام شادی شدہ عورت کو دوسرا نکاح کرنے کا حکم نہیں دیتا لہٰذا انہوں نے اسلام سے ناطہ توڑ کر عیسائیت قبول کرلی مگر پھر بھی انکی خواہش کے مطابق بات نہ بنی تو دونوں بھاگ کر امرتسر چلے گئے اور سکھ دھرم اختیار کرلیا نور محمد نے اپنا نام چنچل سنگھ اور اس بدکار عورت نے اپنا نام دلجیت رکھ لیا۔ کچھ عرصہ امرتسر میں گزار کر وہ پھر اپنے گاؤں آگئے جہاں زیادہ تر آبادی سکھوں کی تھی۔ مقامی سکھوں نے انہیں قبول نہیں کیا بلکہ ان پر شک کرنے لگے حالانکہ ان دونوں نے سکھوں کو یقین دہانی بھی کرائی کہ وہ واقعی دل سے سکھ دھرم اختیار کرچکے ہیں۔ مگر سکھوں نے انہیں تسلیم نہ کیا بلکہ چند شرائط سامنے رکھ دیں جن میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ سرعام جھٹکے کا گوشت کھائیں۔ اس بدبخت جوڑے نے جھٹکے کا گوشت کھا کر یہ شرط بھی پوری کردی۔ اس کے بعد سکھوں نے دوسری شرط یہ رکھی کہ وہ سرعام اکھنڈ پاٹھ کے اجتماع میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخی کریں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

چنانچہ ان دونوں بدبختوں نے آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نازیبا الفاظ کہے۔ جس سے آس پاس کے علاقوں کے مسلمانوں کی غیرتِ اسلامی جاگ اٹھی اور پورے علاقے میں نفرت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس موقع پر صوفی عبداللہ انصاری کی رگِ ایمانی بھی پھڑک اٹھی وہ ان دنوں اسی علاقے میں آیا ہوا تھا۔ وہ ایک سچا مسلمان تھا لہٰذا اس نے مسلمانوں سے کہا ان مرتدین نے جو گناہِ عظیم کیا ہے اور جو گستاخی بارگاہِ شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کی ہے اس کی سزا انہیں اسی دنیا میں ملنی چاہیے۔ اس کے بعد عبداللہ انصاری کو یہی فکر دامن گیر رہتی کہ کب اور کس وقت اس کی یہ دلی آرزو پوری ہو اور چنچل سنگھ اور اس کی محبوبہ اس کے ہاتھوں کیفرِ کردار تک جا پہنچیں۔

آخرکار اس نے ایک چھری حاصل کرلی اسے تیز کیا اور اس راز کو سینے میں چھپائے مطلوبہ گاؤں کی طرف چل دیا۔ وہ نوجوان عبداللہ جان کی پرواہ کیے بغیر عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرشار چلا جارہا تھا۔ اسے نہ سکھوں کی کثرت اور طاقت کی پرواہ تھی اور نہ اپنی بے چارگی کا احساس بس ایک ہی دھن اس پر سوار تھی کہ وہ کسی طرح سے اپنے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ و بے ادب جوڑے کو واصلِ جہنم کردے۔ عبداللہ انصاری اسی دھن میں مگن سکھوں کی بستی میں جا پہنچا۔ صبح کا وقت تھا بہت سے سکھ قریب ہی کھیتوں میں ہل چلا رہے تھے۔ اتفاق سے اسے راستے میں چنچل سنگھ کا بھائی مل گیا عبداللہ کے دریافت کرنے پر اس کے بھائی چنچل سنگھ کا پتا بتادیا کہ وہ دیکھو چنچل سنگھ کھیت میں کام کررہا ہے۔ غریب الوطن مردِ مجاہد اس کی جانب تیزی سے لپکا اور اسے دور ہی سے للکار کر کہا اے گستاخِ رسول تیار ہوجا ایک عاشقِ رسول ناموسِ رسالت پر قربان ہونے کیلئے

تیرے لئے موت بن کر آ گیا ہے۔ ہٹا کٹا چنچل سنگھ جو ہر وقت کرپان (ہتھیار) سے مسلح رہتا تھا کرپان اُٹھا کر عبداللہ کی طرف لپکا اور کرپان کا وار بھی کیا مگر وہ خالی گیا۔ ادھر اس شمع رسالت کے پروانے نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے قوتِ ایمانی کے جوش اور عشق رسول کے زور سے چھری کے ساتھ بھرپور حملہ کر دیا اور پہلے ہی وار میں اس شاتمِ رسول چنچل سنگھ کا پیٹ چاک کر ڈالا اور اس کی گرن پر چھری پھیر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی موٹی تازی گردن جسم سے الگ ہوگئی۔ قریب ہی کھیتوں میں اس کی چہیتی بیوی دلجیت کام کر رہی تھی عبداللہ نے اسے بھی للکارا وہ خوف سے بھاگنے لگی مگر عبداللہ انصاری نے اسے کچھ فاصلے پر جا پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے چنچل سنگھ کے مردہ جسم کے قریب لا کر اسے بھی ذبح کر ڈالا۔ عبداللہ کے کپڑے خون کے فواروں سے خون آلود ہو چکے تھے۔ عبداللہ نے اپنی چھری زمین پر رکھ دی اور خود بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہو کر شکر بجالایا کہ جس نے اسے یہ شرف بخشا اور یہ سعادت عطا فرمائی کہ بدباطن چنچل سنگھ اپنی چہیتی بیوی کے ہمراہ اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔

عبداللہ ان کی لاشوں کے قریب بیٹھا ہوا اپنی قسمت پر رشک کر رہا تھا کثیر تعداد میں سکھ کھڑے یہ خونی منظر دیکھ رہے تھے مگر قریب آنے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی۔ پھر یہ مردِ مجاہد اس کام سے فارغ ہو کر سیدھا تھانے گیا اور قانون کے روبرو اقبال جرم کر لیا۔ عدالتی کاروائی کی گئی عبداللہ کے وکیلوں نے عبداللہ سے بھی یہی کہا کہ وہ قتل سے انکار کر دے مگر اس کا جواب بھی وہی تھا جو علم دین شہید کا تھا۔ اس نے دوٹوک لفظوں میں اعلان کر دیا، اے لوگو! تم مجھے بارگاہِ رسالت میں حاضری سے محروم کرنا چاہتے ہو یہ مجھے ہرگز منظور نہیں اور پھر میں اس عمل سے کیسے انکار کروں جس پر مجھے فخر و ناز ہے۔ جو میری مغفرت و بخشش کیلئے میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔

چنانچہ مقدمہ سیشن کورٹ میں منتقل ہوا تو وہاں بھی مردِ مجاہد نے بصد خوشی اقبال جرم کر لیا۔ پھر اس قتل کے سبب عدالت نے سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ سزائے موت کا فیصلہ سن کر غازی عبداللہ کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا۔ جب اسے پھانسی کے تختے کی جانب لے گئے تو وہ زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہا تھا ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی — حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آخر کار اس مرد غازی نوجوان کو لاہور جیل میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا اور اس عاشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی میت کو گمنامی کی حالت میں موضع ضلع مال تحصیل امرتسر بھارت میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

مسلمان بھائیو! غور وخوض اور تحقیق سے پاک و ہند میں ایسے بے شمار جانثارانِ اسلام کا کھوج لگایا جاسکتا ہے جنہوں نے ناموسِ رسالت اور عشقِ مصطفوی میں اپنی جانیں راہِ حق میں نثار کیں مگر افسوس کہ تاریخ دانوں نے ایسے جانثارانِ اسلام اور عاشقانِ رسول کے ساتھ زیادتی کی انہیں پس پردہ رکھا ان کے ایمان افروز واقعات کو منظر عام نہ پر آنے دیا۔ برٹش حکومت نے بھی ایسے واقعات کی نشر و اشاعت سے گریز کیا کہ کہیں اس قسم کی قربانیوں سے مسمانوں میں نیا ولولہ پیدا نہ ہوجائے اوران کا جذبہ ایمانی جوش میں نہ آجائے اور مغربی تہذیب کا وہ میٹھا زہر جو اس قوم کے مزاج میں شامل کیا جارہا ہے کہیں اس کا عمل رُک نہ جائے۔ تاریخ کا ایک گمنام ایمان افروز واقعہ اور سنئے اور اپنے ایمانوں میں جذبہ عشقِ رسول کا ولولہ پیدا کیجئے۔

ہندوستان کے شہر گوڑگانواں کے ایک گاؤں میں ایک ہندو ڈاکٹر رام گوپال رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک جانوروں کا اسپتال کھولا ہوا تھا۔ اس نے اسپتال کے ایک گدھے کا نام محسن انسانیت رکھا ہوا تھا (نعوذ باللہ من ذالک) ہر مسلمان جانتا ہے کہ محسن انسانیت ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لقب ہے۔ چنانچہ اس ڈاکٹر کی اس شرمناک جسارت کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور مسلمانوں نے صدائے احتجاج بلند کرنا شروع کردی۔ جب فسادِ امن کا خطرہ بڑھا تو اس ڈاکٹر کا تبادلہ وہاں سے ضلع حصار کے قصبے میں کردیا گیا۔ اسی زمانے میں ضلع چکوال میں ایک مرید حسین نامی نوجوان رہا کرتا تھا وہ ایک سچا پکا مسلمان تھا۔ ہندوؤں سے اسے ہمیشہ سے نفرت تھی۔ اس کے دل میں آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ایک رات خواب میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس گستاخ ڈاکٹر کا ذکر فرمایا اور اس کا پورا حلیہ دکھایا۔ جیسے ہی مرید حسین خواب سے بیدار ہوا اور اس نے وہ حلیہ ڈائری میں اُتارلیا۔ اس واقعہ کے بعد اسکے دل میں انقلاب برپا ہوگیا وہ ماہی بے آب کی طرح بے چین و بے قرار رہنے لگا۔

آخرکار قدرت نے اس عاشقِ صادق کو امتحان کا موقع فراہم کردیا۔ انہوں نے اپنی ماں سے رُخصت کی اجازت لی کہ وہ ایک اہم کام سے جارہا ہے۔ پھر وہ بھیرہ پہنچا وہاں سے دودھارا خنجر خریدا پھر واپس چکوال آگیا اور ڈاکخانہ سے اپنی جمع شدہ رقم میں سے سات سو روپے نکلوائے جو آج کے دور میں کئی لاکھ بنتے ہیں۔ گھر پہنچے اب وہ اس مقام پر کھڑے تھے جہاں ایک طرف بیوہ ماں کی شفقت، وفا شعار بیوی کی محبت، بچوں کا پیار، برادری کے بندھن، دنیوی مصلحتیں، سینکڑوں کنال زمین، لہلہاتے کھیت اور تیار فصلیں تھیں تو دوسری طرف عشقِ رسول کا امتحان تھا۔ عقل سوچتی رہ گئی مگر عشق امتحان کے حق میں فیصلہ دے چکا تھا۔

وہ کسی کو بتائے بغیر اپنے مشن پر روانہ ہو گیا۔ چکوال سے سیدھا داتا نگر لاہور اور پھر وہاں سے دہلی روانہ ہو گیا۔ اس طرح ۱۴/ اگست ۱۹۳۶ء کو وہ حصار پہنچ گیا اور پوچھتے پوچھتے وہ اسپتال جا پہنچا جہاں وہ گستاخ زمانہ رام گوپال جانوروں کا علاج کرتا تھا۔ اس گستاخ کا بغور جائزہ لیا۔ مخبر صادق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حلیے کو ڈائری میں دیکھا۔ ہو بہو وہی شکل وہی انداز، دل خوشی سے جھوم اُٹھا۔ ڈاکٹر کی رہائش گاہ دیکھی حالات کا جائزہ لیا پھر ایک مسافر کی حیثیت سے نمازِ ظہر ادا کی اور بارگاہِ ربّ العزت میں دعا مانگی۔ اے میرے مالک! تیرے اس نحیف اور ناچیز بندے کو اپنے آبائی وطن سے سینکڑوں میل دُور کافروں کی بستی میں تیرے محبوب کی محبت جس مقصد کیلئے کھینچ لائی ہے اس میں کامیابی و کامرانی عطا فرما۔

اگست کا مہینہ تھا گرمی نقطہ عروج پر تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر مرید حسین سیدھا ملعون ڈاکٹر کی رہائش گاہ میں داخل ہو گیا۔ گھر کے صحن میں گھنے درخت لگے ہوئے تھے جس کے سائے میں وہ ملعون گہری نیند سو رہا تھا۔ جس نے کروڑوں مسلمانوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ قریب ہی اس کی بیوی کشیدہ کاری کا کام کر رہی تھی۔ اسپتال کا پورا عملہ قریب ہی رہا کرتا تھا۔ مرید حسین نے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھا اور ایک پر کیف نعرہ لگایا۔ فضا اللہ اکبر کی صدا سے گونج اُٹھی۔ پھر اس ملعون کو مخاطب کر کے پکارا اے گستاخ دیکھ لے آج محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پروانہ تیری موت بن کر آ ہی گیا۔ رام گوپال آنکھیں ملتا اٹھا' قریب ہی نوکر چاکر اور اس کی بیوی مرید حسین کو پکڑنے کیلئے لپکے مگر اس نے ایک ہی جست میں خنجر اس گستاخ کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ رام گوپال دھڑام سے زمین بوس ہو گیا۔ اس طرح وہ گستاخ منطقی انجام تک پہنچ گیا۔ پولیس نے آ کر مرید حسین کو گرفتار کر لیا۔

اخبارات کے ذریعے یہ خبر پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ اخبارات سے اطلاع ملتے ہی مرید حسین کے اہل خانہ جیل میں مرید حسین سے ملنے آئے۔ مرید حسین نے انہیں دیکھتے ہی کہا آپ کو مبارک ہو وہ اہم کام جس کا میں نے تم سے کہا تھا۔ خدا کے فضل و کرم سے ہو گیا۔ حصار کی ضلع کچہری میں مقدمے کی سماعت ہوئی تین دن کی سماعت کے بعد چوتھے دن مرید حسین کو سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ آخر ۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء۔ ۱۸ رجب ۱۳۵۶ھ بروز جمعہ کی صبح کو غازی مرید حسین کو جیل کی کال کوٹھڑی میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔ جس وقت مرید حسین کو سولی پر لٹکایا جا رہا تھا تو وہ دُرود شریف پڑھ رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک ہلکے سے جھٹکے اور یادگار مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتے ہی دیکھتے اس عاشق صادق کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

مسلمانو! اگر نگاہوں پر بوجھ نہ ہو تو ایک ایمان افروز واقعہ اور سن لیجئے۔ یہ واقعہ بھی تاریخ دانوں نے عوام کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس ایمان افروز واقعے کو سن کر یقیناً آپ کا ایمان ضرور تازہ ہو جائے گا۔

ہندوستان کے شہر کلکتہ میں بھولا ناتھ سین نامی ایک ہندو رہا کرتا تھا۔اس نے ایک بنگالی زبان میں ایک کتاب لکھی' کتاب کا نام تھا 'پراچین کہانی' یہ ایک رُسوائے زمانہ کتاب تھی۔

اس کتاب میں بدزبان اور کمینہ فطرت ہندو بھولا ناتھ سین نے شہنشاہِ کونین ومکاں باعث تخلیق کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مصنوعی کارٹون اور گستاخانہ عبارتیں تحریر کی تھیں۔کلکتہ سے شائع ہونے والی اس کتاب کے خلاف ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے صدائے احتجاج بلند کی۔متعدد مقامات پر مظاہرے ہوئے۔ہر طرف ایک ہی نعرہ بلند ہونے لگا کہ حکومتِ وقت رُسوائے زمانہ مصنف کو سزائے موت دے۔کیونکہ اس بدبخت نے عالم اسلام کے جذبات کو بری طرح مجروح کیا ہے۔

۱۹۳۱ء میں رونما ہونے والا یہ واقعہ ہر مسلمان کیلئے وجہ غم بنا ہوا تھا۔اسی زمانے میں امیر احمد نامی ایک اکیس سالہ نوجوان پشاور میں رہا کرتا تھا۔وہ اپنی بوڑھی ماں اور جوان بہنوں کا واحد سہارا تھا۔باپ کا سایہ بھی سر پر نہ تھا۔وہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی خود کفالت کرتا تھا۔وہ اکثر سوچا کرتا کہ نہ جانے وہ دن کب آئیگا کہ جب وہ اپنی بہنوں کے ہاتھ پیلے کرے گا۔وہ ابھی اسی فکر میں مبتلا تھا کہ کسی طرح اپنے فرائض سے سبکدوش ہو کہ اچانک ایک عجیب تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے سے گزری ایک عجیب منظر اس کی آنکھوں نے دیکھا کہ جس پیکر نور کو وہ خالق کائنات کا سب سے حسین شاہکار سمجھتا تھا کاغذ کے ایک ٹکڑے پر کارٹون کی شکل میں ظاہر کر دیا گیا۔جس لطیف جسم کا سایہ تک نہ تھا اس کی تصویر کاغذ پر کیسے اُتر آئی۔پھر اس نے اس کتاب میں وہ تحریر پڑھیں جو بطور تعارف قلمبند کی گئی تھیں۔اب اس کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ کسی گستاخ نے اس کے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کارٹون بنایا ہے۔(نعوذ باللہ)

وہ محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کائنات کی سب سے عظیم وجلیل شخصیت ہے۔جو سارے عالم کا نجات دہندہ بھی ہے اسی کی شان میں ایسی نازیبا حرکت کی گئی۔امیر احمد غم سے نڈھال ہو گیا وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا اس کے دل کا سکون چھن گیا۔ہونٹوں کی مسکراہٹ سلب ہوگئی۔درد سے چیخ اُٹھا۔فوراً طے کر لیا کہ وہ ضرور کلکتہ جائیگا اور اس کتاب کے مصنف کو ضرور انجام تک پہنچائیگا چنانچہ وہ فوراً اپنے دوست عبداللہ کے پاس گیا کہنے لگا اے میرے دوست میں نے زندگی کی آخری سانس تک تم سے دوستی نبھانے کی قسم کھائی تھی لیکن میں آج پہلی بار تمہارا ساتھ چھوڑ رہا ہوں۔کلکتہ میں کسی گستاخ نے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے لہٰذا میں نے طے کر لیا ہے کہ اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت وناموس پر اپنی جان قربان کر دوں ان کی عزت وحرمت پر کٹ مروں۔کلکتہ میں اسی مقصد سے جا رہا ہوں۔شوق شہادت مجھے وہاں لئے جا رہا ہے میرے بعد تم میری بوڑھی ماں کا خیال رکھنا۔اگر تم سے ہو سکے تو میرے یتیم بھائیوں اور بے سہارا بہنوں کی خبر گیری کرنا یہ میری آخری گزارش ہے۔

جب امیر احمد اپنی گفتگو سنا چکا تو عبداللہ نے کہا اے میرے دوست یہ تمہاری بھول ہے کہ تم مجھے یہاں چھوڑ جاؤ گے میں زندگی کی آخری سانس تک تمہارے ساتھ ہوں۔ میں بھی تمہارے ساتھ کلکتہ جاؤں گا۔ اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان ہونے کی جو تمنا تم اپنے دل میں لئے بیٹھے ہو وہی تمنا میرے دل میں بھی مچل رہی ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم صرف تمہارے ہی نہیں میرے بھی ہیں۔ ان کے بارِ احسانات سے تمہاری ہی گردن خم نہیں میری گردن بھی جھکی ہوئی ہے۔

چنانچہ دونوں دوست جامِ شہادت نوش کرنے کا پختہ عزم لے کر کلکتہ کیلئے روانہ ہوئے، کلکتہ پہنچ کر دونوں دوستوں نے موسیٰ سیٹھ کے مسافر خانہ میں قیام کیا۔ انہوں نے وہاں اپنا سامان رکھ کر فوراً ایک تیز دھاری والا چاقو خریدا اور ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس محلے کی طرف چل دیئے جہاں ملعون بھولا ناتھ سین کا کتب خانہ تھا۔ آخر کار وہ گستاخ بھولا ناتھ سین کے کتب خانے پر پہنچ گئے۔ گستاخ رسول دکان میں موجود تھا دونوں نوجوان اس کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے۔ اس ملعون کو دیکھ کر امیر احمد کی آنکھیں شعلے اُگل رہی تھیں، رگیں تن گئیں، وہ بے قابو ہو گیا اس نے ایک جست لگائی۔ عبداللہ اس کیساتھ تھا۔ دونوں اس نامراد شاتم رسول پر ٹوٹ پڑے۔ پھر ایک بجلی تھی جو چمکی ایک خنجر تھا جو اس بدبخت کے کلیجے میں پار ہو گیا اور اسے واصل جہنم کر دیا۔

پھر دونوں گرفتار ہو گئے اور نہایت بے باکی اور جواں مردی کے ساتھ اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر کے یہ بیان دیا کہ ہم نے اس گستاخ کو پورے ہوش و حواس اور پورے پروگرام کے ساتھ واصل جہنم کیا ہے۔ ہمیں اس عمل پر ناز ہے ہم نے یہ قتل اپنے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کا بدلہ لینے کیلئے کیا ہے۔ وہ مسلمان ہی کیا جو اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہوتی دیکھے اور خاموش رہے۔ جذبہ عشق و ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ گستاخانِ نبی کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور ان کی بوٹیاں آوارہ کتوں کے آگے ڈال دی جائیں۔ ہمارا مقتول کیساتھ زن و زر کا جھگڑا نہیں۔ اس نے محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز کتاب شائع کی ہے اور ہم نے اپنا مذہبی فرض ادا کیا ہے۔ ہمیں خوشی ہے اس ذلیل کتے کی ہلاکت ہمارے ہاتھوں ہوئی۔ عدالت میں کاروائی شروع ہوئی۔ آخر فیصلے کا دن آ گیا۔ دونوں مجرم ثابت ہوئے اور دونوں ہی کیلئے سزائے موت تجویز کر دی گئی۔

سارے مسلمانوں کی نگاہیں شمع رسالت کے دونوں پروانوں پر لگی ہوئی تھیں ان دونوں کا آخری دیدار کرنے دونوں کی مائیں بھی پشاور سے کلکتہ آ چکی تھیں۔ وہ بھی دیکھنے والوں کی صف میں کھڑی تھیں۔ ان دونوں خواتین نے اپنے بیٹوں کے چہرے اُترے ہوئے دیکھے تو برس پڑیں خبردار جو چہروں پر غم کی کیفیت پیدا ہونے دی۔ یاد رکھو اگر تم نے ہنستے ہوئے جان نہ دی اور شہادت کا جام ہنستے ہوئے نہیں پیا تو ہم تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشیں گی۔ تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ تمہیں شہادت جیسی عظیم نعمت عطا ہو رہی ہے بیٹے بولے کہ ہم اس لئے غم زدہ نہیں کہ ہم تختہ دار پر چڑھنے والے ہیں بلکہ اس وجہ سے افسردہ ہیں کہ جام شہادت پیش کرنے میں لوگ دیر کیوں کر رہے ہیں۔ ہمیں ہماری منزل مل گئی ہے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی نورانی چادر اوڑھے

ہمارے سامنے کھڑے اپنے ہاتھوں کے اشاروں سے اپنے پاس بلا رہے ہیں۔ پھانسی کا پھندہ آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگا اور وہ ہنستے ہوئے جان دے رہے تھے۔ رحمت کی گھٹائیں ان پر برس رہی تھیں۔ ان شہیدان محبت کی آخری آرام گاہ کلکتہ کے قبرستان میں ساتھ ساتھ ہیں۔ جن کے وسیلے سے آج بھی نامراد لوگ مراد پاتے ہیں اور محروم دل شادمانیوں سے ہمکنار کیے جاتے ہیں۔

محترم مسلمانو! تاریخ گواہ ہے کہ غلامانِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ہمیشہ اپنے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت و ناموس کا تحفظ کیا اور ہر زمانے میں شمع رسالت کے ان پروانوں نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ عاشقانِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جس دل، گردے، جرأت مندی، صبر وتحمل اور جذبہ شہادت کے ساتھ گستاخانِ نبی پر جھپٹے ہیں اس کا نمونہ کسی اور قوم نے آج تک پیش نہیں کیا۔ کلمہ گو مائیں اپنے جگر کے ٹکڑوں کو پھولوں کے ہار پہنا کر سوئے مقتل روانہ کرتی رہیں۔ عفت مآب بہنوں نے اپنے جوان بھائی اس مقدس جذبے پر وار دیئے، وفا شعار بیویوں نے اپنے سہاگوں کو تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر قربان کردیا۔ اہل ایمان اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے مقابلے میں باپ، بیٹا، بھائی اور دیگر رشتے داروں کی کوئی حقیقت نہیں، شاتمِ رسول کیلئے یقیناً ذِلت و رُسوائی ہے اور عاشقِ رسول کیلئے عزت وتوقیر ہے۔ ایک صاحبِ ایمان کبھی کفر و باطل کے جال میں نہیں پھنس سکتا۔ غلامانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے لوگوں کو کیسے برداشت کرسکتے ہیں جو دین اسلام کے باغی اور محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ ہوں۔ اسلام کے تمام معتقد، پیشواؤں، علماء، محدثین، مفسرین کا یہ عقیدہ وایمان ہے کہ کسی بھی نبی یا رسول کی شان میں بے ادبی وگستاخی کرنے والا کافر اور واجب القتل ہے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بشر جیسے گستاخ کو قتل کیا تو خود اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں قرآنی فتویٰ دے کر رہتی دُنیا تک یہ اعلان کردیا کہ جو بھی میرے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ذرا برابر بھی اہانت کرے اس کی گردن اسی طرح اُڑا دی جائے جس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بشر کی اُڑائی تھی۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا یہ فتویٰ اور فیصلہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کافر ہے اور اسے قتل کیا جائے اور اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے۔ جو بھی محبوبِ ربِّ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں طعنہ زنی کرے یا آپ کے دین میں یا آپ کے نسب میں، یا آپ کی صفاتِ نبوی میں سے کسی صفت میں یا آپ کو کسی عیب کی طرف منسوب کرنے میں طعنہ زنی کرے گا کھلم کھلا، یا چھپ کر، یا اشارہ کے طور پر تو وہ کافر ہوجائے گا۔ (فتح القدیر، ج ۴ ص ۴۰۷)

حضرت ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ فتویٰ ہے کہ جس نے امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دل سے مبغوض جانا وہ مرتد ہے اور جس نے یہ کہا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو طالب کے یتیم ہیں تو وہ کافر ہوگیا یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہا کہ آپ کو نسیان تھا یا جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہا کہ آپ اپنی بیویوں کی طرف مائل رہتے تھے تو اس نے کفر کیا اور اسی طرح کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بکریوں کے چرواہے کہا تو وہ بھی کافر ہوگیا۔

ایک مرتبہ کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ 'کدو' سے محبت کرتے ہیں، اسے پسند کرتے ہیں فرمایا ہاں یہ میرے بھائی حضرت یونس علیہ السلام کا وہ درخت ہے کہ جس نے ان کی نبوت پر گواہی دی جب وہ دریا سے برہنہ باہر آئے تو اس کدو کی بیل نے ان کے بدن مبارک کو ڈھانپا تھا۔ (تفسیر روح البیان، ج ۲ ص ۴۸۹)

شرح فقہ اکبر میں یہ واقعہ درج ہے کہ حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دعوت میں تھے۔ خلیفہ ہارون رشید بھی اس دعوت میں موجود تھا۔ دستر خوان پر کدو پک کر آیا کسی نے کہا کہ کدو مجھے پسند نہیں تو حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے قتل کرنے کیلئے تلوار نکال لی اور فرمایا تو مرتد ہوگیا جلدی کلمہ پڑھ ورنہ تیری گردن ابھی اُڑاتا ہوں۔ اس نے فوراً توبہ کرلی۔ حضرت ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اگر کسی شخص نے یہ کہہ دیا کہ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کدو کو پسند فرماتے تھے اور کسی دوسرے نے یہ کہہ دیا میں تو کدو پسند نہیں کرتا تو یہ کفر ہے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک میں اپنا ایک بال پکڑا ہوا تھا تو آپ فرما رہے تھے کہ خبردار میرے بال شریف کی توہین اور بے ادبی کرنے والے پر بھی جنت حرام ہے۔ (جامع الصغیر کنز العمال، ج ۲ ص ۲۷۶)

ایک آدمی نے اگر دورانِ مناظرہ سیّد الاوّلین و آخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یتیم کہہ دیا، یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سسر کہہ دیا تو ایسے گستاخانہ الفاظ کہنے والے کو قتل کرنا واجب ہے۔ (الصارم، ص ۵۲۵)

مسلمانو! نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین واہانت تو بہت بڑی گستاخی ہے۔ علماء فرماتے ہیں اگر کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو برا کہے تو اسے بھی قتل کر دیا جائے۔ (الصارم، ص ۵۲۵)

محترم مسلمان بھائیو اور بہنوں! قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور بزرگان دین آئمہ دین کے اقوال کی روشنی میں یہ ثابت ہوچکا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ادنیٰ سی گستاخی بھی کفر ہے اگر یہ گستاخی کوئی مسلمان کرتا ہے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوکر مرتد ہوجاتا ہے۔ اس کی تمام عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، خیرات، تبلیغ و جہاد سب مردود اور باطل ہوجاتے ہیں۔ شادی شدہ ہے تو نکاح باطل ہوجاتا ہے۔ اب وہ لاکھ عبادت کرتا رہے کافر اور مرتد ہی رہے گا۔ مسلمان ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ کلمہ کفر سے سچے دل سے توبہ کرے، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے۔ اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت رکھنے والے اور ناموسِ رسالت پر اپنی جانیں قربان کر دینے والے مسلمان ہر گستاخِ رسول کو واجب القتل ہی سمجھتے آئے ہیں اور سمجھتے رہیں گے۔

مسلمانو! آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ آج کے اس پر آشوب اور فرقہ پرستی کے دور میں کچھ ایسے گمراہ اور بے دین فرقے ابھر کر سامنے آچکے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کھلی گستاخیاں کرتے ہیں اور ان گستاخیوں اور بے ادبیوں کو عین اسلام اور عین توحید سمجھتے ہیں۔ آج مسلمانوں کی بدنصیبی کا یہ عالم ہے کہ بہت سے غافل مسلمان ان سے نفرت کرنے کے بجائے محبت کا اظہار کرتے ہیں ان کے خلاف کسی قسم کی برائی سننا گوارا تک نہیں کرتے بلکہ ان کی تائید وحمایت میں تن من دھن قربان کردینے کیلئے تیار ہوجاتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ عام مسلمانوں کو ان کی گستاخیوں کا علم نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں پر اگر ان کی گستاخیاں ظاہر ہوجاتی ہیں تو ان پر ان کی صحبتوں کا اثر اس قدر رہو چکا ہوتا ہے کہ وہ ان کے خلاف کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ آپ شاید حیران ہوں کہ آخر یہ گستاخ کون ہیں' کہاں رہتے ہیں اور ان کا تعلق کس فرقے سے ہے؟؟؟

مسلمانو! اس سے پہلے کہ شانِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے اس بدنصیب گروہ کا آپ کے سامنے پردہ چاک کروں پہلے آپ کو اپنے ایمان اور ضمیر کی روشنی میں یہ دوٹوک فیصلہ کرنا ہے کہ گستاخِ رسول کا تعلق خواہ کسی فرقے سے ہو یا کسی گروہ سے کسی رشتے دار سے ہو یا کسی مولوی صاحب سے' آپ کو ماننا ہوگا کہ اس کا رشتہ اسلام سے کٹ جاتا ہے اور گستاخِ رسول کے تمام اعمال برباد کردیئے جاتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی ماننا ہوگا کہ گستاخِ رسول کا کسی بھی حوالے سے احترام کرنا اسلام سے کھلی ہوئی بغاوت ہے۔ گستاخِ رسول خواہ اپنا باپ ہی کیوں نہ ہو وہ واجب القتل ہے۔

اس حقیقت کو تسلیم کرلینے کے بعد اب اس تلخ حقیقت کو بھی جان لیجئے کہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخیاں کرنے والے کون ہیں؟ جو آپ کی صفوں میں بھی موجود ہیں جن کا اوڑھنا بچھونا شانِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخیاں کرنا ہے۔ جن کی کتابیں گستاخانہ عبارات سے بھری پڑی ہیں۔ جن کے عقیدے کی بنیادیں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی پر رکھی گئی ہیں۔ ان کے گستاخانہ عقائد ونظریات کا اندازہ ان عبارات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے مسلمانوں سے پوشیدہ رکھیں۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ اپنی ان گستاخیوں کا برملا اظہار نہیں کرتے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ ان گستاخیوں کو عین ایمان سمجھتے ہیں۔

نمونے کے طور پر صرف دو عبارات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ پیش کی جانے والی دونوں عبارات کے ایک ایک لفظ کو بغور پڑھیے گا اور پھر از روئے ایمان خود فیصلہ کیجئے کہ ان عبارات میں شانِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیسے کیسے گستاخانہ حملے کئے گئے ہیں۔ اہل ایمان کے کلیجوں کو چیر کر رکھ دینے والی پہلی عبارت کا تعلق 'حفظ الایمان' نامی کتاب سے ہے جس کا مصنف صفحہ نمبر ۸ پر اپنے ناہنجار قلم سے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

'پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کون سی تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔' (حفظ الایمان، ص ۸)

محترم مسلمانو! مذکورہ بالا عبارت کو انتہائی توجہ کے ساتھ پڑھیے اور اس عبارت کے ایک ایک جملے کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ مصنف نے مذکورہ تحریر میں آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا واضح معیار قائم کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کل علم غیب اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا کل علم نہیں جب کل علم غیب نہ ہوا تو بعض علم غیب ہوا۔ جب بعض ہے تو اس میں حضور ہی کو کیا کمال حاصل ہے ایسا بعض علم غیب تو زید و عمر یعنی ہر چلتے پھرتے کو بھی حاصل ہے۔ جب اس پر بھی دل مطمئن نہ ہوا تو مزید قلم چلا دیا کہ جیسا علم غیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا علم غیب تو ہر صبی و مجنون یعنی ہر بچے بلکہ پاگل کو بھی حاصل ہے۔

محترم مسلمانو! مذکورہ عبارت کا ہر ہر جملہ آپ کی ایمانی غیرت کو چیلنج دے رہا ہے۔ کہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اور کہاں بچوں اور پاگلوں کا علم۔ آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم علم غیب کو ایک عام سے بچے اور پاگلوں سے ملا دیا گیا ہے۔ اگر بات یہیں تک رہ جاتی تو شاید بات انسانوں ہی تک محدود رہتی لیکن مصنف نے اپنی گستاخی کی انتہا یہ کہہ کر پوری کر دی کہ جیسا علم غیب حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا علم غیب تو جمیع حیوانات و بہائم یعنی جملہ جانوروں، پرندوں، اونٹ، بیل، گائے، چیل، کوا، بلی، چوہا، چیونٹی، ہاتھی، کتا، گدھا، بندر، خنزیر وغیرہ کو بھی حاصل ہے (نعوذ باللہ) کیونکہ جمیع حیوانات میں یہ جانور بھی آتے ہیں۔

پیارے مسلمانو! آپ کے اور میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو گھٹا کر جانوروں کی سطح پر لے آنا یہ معمولی گستاخی نہیں بغض رسول میں ڈوبی ہوئی اس عبارت میں گستاخی کی انتہا کر دی گئی ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ جانوروں میں عقل نہیں ہوتی اور جس میں عقل نہ ہو اس میں علم کیا خاک ہوگا۔ مذکورہ عبارت کا لب لباب یہ ہوا کہ جس طرح جانور علم سے نا آشنا ہیں' اسی طرح محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی علم سے نا آشنا ہیں۔ (معاذ اللہ)

محترم مسلمانو! آخر یہ علمِ غیب کیا ہے؟ آیئے قرآن سے پوچھتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ کے سچے کلام تو ہمیں یہ بتا کہ انبیاء کرام کو علم غیب ہے یا نہیں؟ جب یہ سوال قرآن مجید کی بارگاہ میں پیش کیا تو اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام قرآن مجید نے ایسا دو ٹوک اور فیصلہ کن جواب ارشاد فرمایا کہ ہر طرح کے شکوک وشبہات کا ازالہ کر دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشا (سورۂ آل عمران:۱۷۹)

ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے، ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

علم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول (سورۂ جن:۲۶،۲۷)

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

محترم مسلمانو! قرآن مجید کی اوپر دی گئی دونوں آیتوں کو بغض وعناد کی عینک اُتار کر اور عشقِ رسول کی عینک اپنی آنکھوں پر چڑھا کر پڑھیے۔ قرآن مجید کی ان دونوں آیات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اللہ تعالیٰ جو کہ تمام غیبوں کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیبوں پر مرتضیٰ اور پسندیدہ رسولوں کے علاوہ کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ کسی غیر نبی کو یہ خصوصیات حاصل نہیں کہ انہیں علم غیب عطا کیا جائے۔ کیونکہ دونوں آیات میں عوام سے علمِ غیب کی نفی کر دی گئی ہے بلکہ یہ خصوصیات پسندیدہ اور مرتضیٰ رسولوں کو حاصل ہے اور ہم سب کا ایمان ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے پسندیدہ اور مرتضیٰ رسول ہیں لہٰذا آپ کو علمِ غیب عطا کیا گیا ہے۔ جس کا اندازہ قرآن مجید کی دیگر اور آیات سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وما من غائبة فى السماء والارض الا فى كتب مبين (سورۂ نمل:۷۵)

ترجمہ: اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آسمانوں اور زمین کے تمام غیب یعنی پوشیدہ علوم قرآن مجید میں موجود ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وانزل الله عليك الكتاب والحكمة (سورۂ نساء:۱۱۳)

ترجمہ: اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اُتاری۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن کیا نازل ہوا گویا آسمانوں اور زمین کے غیب سب کچھ آپ کے سینے میں اُتار دیئے۔

محترم مسلمانو! یہ حقیقت ہے کہ انبیاء کا علم غیب اگر چہ علوم الٰہی کے لحاظ سے بعض ہی ہے کل نہیں کوئی نبی و رسول اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں شریک نہیں۔ کل علم غیب اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے مگر اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ انبیاء و رسول کا علم غیب جو کہ عطائے خداوندی ہے وہ عام مخلوق کے برابر ہو جائے۔ جس طرح انبیاء کرام کے علوم غیبیہ کی اللہ تعالیٰ کے علوم غیبیہ سے کوئی برابری اور ہمسری نہیں اسی طرح انبیاء کرام کے علم کی غیر نبی سے کوئی مماثلت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو بعض علوم غیبیہ عطا کئے اس کا احاطہ کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں۔ چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالمین کے رسول ہیں اور تمام عالمین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلقۂ نبوت میں آتے ہیں ہر کوئی اس حقیقت کو سمجھتا ہے کہ جس صاحبِ اقتدار کا حلقہ جس قدر وسیع ہوتا ہے اس کا علم بھی اتنا ہی وسیع ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ تمام عالمین تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلقۂ نبوت میں ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا علم ہی نہ ہو۔ جو مسلمان حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتبے اور حلقۂ نبوت کی وسعت پر ایمان رکھتا ہے اسے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ تمام عالمین کا علم خواہ عالم علوی ہو یا عالم سفلی، عالم نباتات ہو یا حیوانات، عالم ارواح ہو یا برزخ، علم جمادات ہو یا موجودات، عالم اوّلین ہو یا آخرین، عالم زمین ہو یا زماں، عالم مکیں ہو مکاں، عالم افلاک ہو یا لامکاں غرض یہ کہ تمام مخلوقات کل اور کائنات کل کے علوم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض علوم میں آتے ہیں۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

فان من جودك الدنيا وضرتها ...... ومن علومك علم اللوح والقلم

یارسول اللہ دنیا و آخرت آپ کے فیضان کا ادنیٰ کرشمہ ہے اور لوح وقلم کے علوم آپ کے علوم کا ایک معمولی سا حصہ ہیں۔

غور فرمائیے کہ جس مقدس رسول کے علوم کی اتنی کثرت ہو اور جن کے علوم کی فراوانی کا یہ عالم ہو تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کائنات کی شئے آپ سے مخفی رہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وعلمك مالم تكن تعلم ترجمہ: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔ (سورۂ نساء:۱۱۳)

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت شانِ رسالت میں یہ قصیدہ پڑھ رہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی اور ایسی تعلیم دی کہ جس کے متعلق وہ سب کچھ سکھا دیا جس کا علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ تھا۔ ہر کوئی یہ بات سمجھتا ہے کہ جتنا قابل استاد ہوتا ہے اسی قدر شاگرد بھی ہونہار اور قابل ہوتا ہے۔ یعنی شاگرد اپنے استاد کی قابلیت کا نمونہ ہوتا ہے۔ اگر استاد قابل ہے تو اس کے شاگرد میں بھی استاد کے علم وفضل کی جھلک ضرور دِکھائی دے گی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کو علم سکھایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے فیض یافتہ قرار پائے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے علم بے بہا کے مظہر اور آئینہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کو کیا پڑھایا، کیا سمجھایا، کتنے علوم آپ کے مقدس سینے میں رکھے، اسے کون ہے جو سمجھ سکے اور بتا سکے۔

اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے غیب وشہادہ کے ذرے ذرے کا علم اپنے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔

اس کے علاوہ بھی متعدد آیات اور احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ غیب عطا فرمایا اور غیبی خبروں کا عالم ہونا حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم و معارف کا کیا کہنا جو اسرارِ الٰہی کے واقف اور رازِ خداوندی کے عالم ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ بعض قرآنی سورتوں کی ابتداء میں جو حروف آئے ہیں جیسے الم، حم، کھٰیٰعص یہ وہ راز ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول کے درمیان ہیں۔ ان اسرارِ الٰہیہ کی جلوہ گاہ تو صرف محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کا سینۂ اقدس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو جاننے کا علم سب سے زیادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو ہے۔ اوّلین و آخرین کے تمام علوم کے جاننے والے بھی حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اس کی تلاش جاری تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ موجود ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان پر ایک شخص بولا، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب کیا جانیں؟ لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس شخص کا تذکرہ کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بلوایا اور وہ حاضر ہوگیا۔ دریافت کرنے پر کہنے لگا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ تو ایسے ہی از راہِ مذاق کہہ رہا تھا ابھی وہ شخص اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ قہر و جلال میں ڈوبی ہوئی آیتِ مبارکہ لیکر حضرت جبریل امین عرش بریں سے فرشِ زمیں پر نازل ہوئے۔ ارشادِ خداوندی ہوا:

قل ابا اللہ وایتہ ورسولہ کنتم تستھزؤن لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (سورۂ توبہ: ۶۵، ۶۶)

ترجمہ: تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

مسلمانو! ذرا غور تو فرمایئے صرف اتنا کہنے پر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب کیا جانیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی گرفت کی کہ کہنے والے کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا اور کفر کا لعنتی طوق اس کی گردن میں ڈال دیا۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کو جانوروں سے ملا دینا تو بہت بڑی گستاخی اور توہین ہے اور ایسا عقیدہ قرآن مجید کی کئی آیتوں کا کھلا انکار ہے۔ اوّل تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا مطلقاً انکار ہی از روئے قرآن کفر ہے اور پھر علمِ غیب کو جانوروں اور پاگلوں کے علم سے ملا دینا تو بدرجہا بدترین جرم ہے۔

پیارے مسلمانو! میں آپ بھائیوں کو دعوتِ فکر دے رہا ہوں کہ ایک طرف تو علمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور دوسری جانب پاگلوں اور جانوروں کا علم اور پھر ان کے درمیان جو معیار اور توازن قائم کیا گیا از روئے ایمان بتایئے یہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کھلی گستاخی ہے یا نہیں؟ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

انگریز دورِ حکومت میں لکھی جانے والی گستاخانہ عبارت آپ نے پڑھی۔ اب میں آپ بھائیوں کے سامنے ایسی شرمناک اور ایمانی غیرتوں کو چیلنج دینے والی تحریر پیش کرتا ہوں جس میں سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی اور بے ادبی کی انتہا کر دی گئی ہے۔ ایک سچے وفادار اُمتی ہونے کی حیثیت سے حسبِ ذیل عبارت کو پڑھئے اور فیصلہ اپنے ضمیر اور ایمان کی کسوٹی پر کیجئے۔ حسبِ ذیل عبارت 'صراط مستقیم' نامی کتاب سے لی گئی ہے۔ یہ کتاب بھی اسلام دشمن انگریز کے دورِ حکومت میں لکھی گئی جس کا مصنف اپنے نشترِ بے مہار قلم سے لکھتا ہے۔

'زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی صحبت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اس جیسے بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔ کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کو نہ تو اس قدر چپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔' (صراط مستقیم ص ۱۸۶)

مسلمانو! ذرا اس عبارت پر انتہائی توجہ سے غور فرمائیے۔ اس عبارت میں نماز کی حالت میں خیال لانے اور پھر اس کو ٹالنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک خیال تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف لے جانے کا ہے اور دوسرا خیال گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہو جانے کا۔ نظریہ توحید کے نام نہاد علمبردار مصنف کی نظر میں سرکارِ دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف حالتِ نماز میں خیال لے جانا گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہونے سے بدرجہا برا ہے۔ ہمیں مذکورہ بالا عبارت کے تحت اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ ایک طرف تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیال و تصور کو رکھا گیا ہے۔ جبکہ دوسری طرف اس کے مقابلے پر گدھے اور بیل کے تصور اور خیال کو رکھا گیا ہے اور ان کے درمیان جو موازنہ کیا گیا ہے تو کیا اس موازنہ اور مقابلہ کے اندر حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے ادبی و گستاخی ہوئی ہے یا نہیں؟

آیئے اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے ہم یارانِ مصطفیٰ صحابہ کرام کے حضور پیش ہوتے ہیں جس سے اس حقیقت کا پتا چل جائے کہ حالتِ نماز میں تصورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مقدس گروہ کے پیش نظر رہتا تھا یا نہیں؟ جب ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان کی حیاتِ مبارکہ پر نظر ڈالیں گے اور ان کی زندگی کے ایمان افروز واقعات پڑھیں گے تو تمام حقائق کھل کر سامنے آ جائیں گے۔ حق اور باطل کا دوٹوک فیصلہ ہو جائے گا۔ آیئے صراط مستقیم کے مصنف کے عقیدے کا موازنہ صحابہ کرام کی مقدس زندگی سے کرتے ہیں کہ جسے پڑھنے کے بعد پھر کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں رہے گی۔

ایک مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی طرف تشریف لے گئے۔ جب آپ لوٹ کر آئے تو ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا اور نماز پڑھی جا رہی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت فرما رہے تھے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفوں کو چیرتے ہوئے آگے تشریف لے گئے۔ آپ جس صف میں پہنچے صحابہ کرام تالیاں بجا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر کرتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے متوجہ ہوئے تاکہ معلوم ہوسکے کہ یہ شور کیسا ہے؟ جب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالتِ نماز میں ہی پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور پیچھے نہ ہٹو۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹتے آئے اور مصلی خالی کر دیا۔ جب نماز ختم ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم نے مصلیٰ کیوں چھوڑا' امامت کیوں چھوڑی اور پیچھے کیوں ہٹے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ابو قحافہ کے بیٹے ابو بکر کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ محبوبِ خدا کے آگے کھڑے ہو کر امامت کرے۔ (بخاری شریف، ج ا ص ۲۶)

مسلمانو! ذرا غور کیجئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے کہیں مصلیٰ خالی کیا جا رہا ہے تو کہیں صحابہ کرام تالیاں بجا کر امام کو باخبر کر رہے ہیں یعنی حالتِ نماز میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی جا رہی ہے۔ نہ تو صحابہ کرام کو یہ خیال آ رہا ہے کہ کہیں حالتِ نماز میں حضور کی تعظیم شرک نہ ہو جائے۔ نہ ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فکر لاحق ہے کہ حالتِ نماز میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں مصلیٰ چھوڑنے سے کہیں شرک میں مبتلا نہ ہو جاؤں اور نہ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا، اے ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم نے حالت نماز میں میری تعظیم میں مصلیٰ چھوڑ کر شرک کیا اور نہ ہی دیگر صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا کہ اے میرے صحابیو! تم نے حالت نماز میں میری تعظیم کیلئے تالیاں کیوں بجائیں اگر تم اپنے امام کو متوجہ کرنا ہی چاہتے تھے تو سبحان اللہ کہہ دیتے تو امام تمہاری طرف متوجہ ہو جاتا۔ حد تو یہ ہے کہ نہ اللہ تعالیٰ نے کوئی وحی نازل فرمائی جس میں یہ فرمایا گیا ہو کہ اے محبوب میں نے تو آپ کو توحید سکھانے کیلئے اور انہیں صحیح نماز کے طریقے سمجھانے کیلئے بھیجا تھا مگر آپ نے تو ان کو شرک میں مبتلا کر دیا۔

محترم مسلمانو! غور کیجئے حالتِ نماز میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پیغمبر اسلام کی تعظیم و توقیر کیلئے تالیاں بجا رہے ہیں مگر آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس عمل پر اللہ تعالیٰ نے نہیں ٹوکا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں روکا، صحابہ کرام نے نہیں سوچا مگر ٹوکا تو کس نے صراطِ مستقیم نامی کتاب کے مصنف نے کہ جس کی شقاوتِ قلبی اور بغض وعناد اور اہانتِ رسول کے ناپاک جذبے نے حالتِ نماز میں تصورِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر افتراء باندھا اور اس عمل کو شرک و کفر کہا۔

ذرا سوچئے! اگر نماز کی حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہونا گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہونے سے زیادہ برا ہے تو پھر حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو یہ تعلیم کیوں نہ دی کہ حالتِ نماز میں اللہ کے سوا کسی کی تعظیم شرک ہے۔ لہٰذا تجدیدِ ایمان کرو اور آئندہ ہرگز میری ایسی تعظیم نہ کرنا۔ مگر آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرام تالیاں بجا رہے ہیں کیا یہ تالیاں اللہ تعالیٰ کیلئے بجائی جا رہی تھیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کیلئے بجائی گئیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تالیاں بجانے کا غیر شرعی عمل ہوا مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اب اگر میں آپ سے یہ پوچھوں کہ بتایئے صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام میں اپنے امام کو متوجہ کرنے کیلئے تالیاں بجائی تھیں یا نہیں؟ یقیناً آپ یہی کہیں گے کہ بجائی تھیں۔ اپنی توجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف لگائی تھی یا نہیں؟ لگائی تھی۔ تالی بجانے سے ان کی مراد یہی تھی کہ امام متوجہ ہو جائے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں اور امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام میں مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے آ جائیں۔ پہلے مقتدی متوجہ ہوئے پھر امام کو متوجہ کیا پھر امام متوجہ ہوا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کو چھوڑ کر سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب واحترام اور تعظیم وتوقیر میں عین حالتِ نماز میں پیچھے ہٹ آئے۔

ذرا بتایئے صحابہ کرام کی یہ تعظیم وتوقیر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت کے لحاظ سے تھی یا مقامِ ربوبیت کے لحاظ سے۔ یقیناً آپ یہی کہیں گے کہ رسالت کی وجہ سے تھی۔

مصنف کے کہنے کے مطابق 'حالتِ نماز میں اللہ کے سوا کسی غیر کی تعظیم شرک ہے' تو پھر یہ تعظیم حالتِ نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ ہر حالت میں شرک ہونی چاہئے۔ جو عمل نماز میں شرک وہی عمل نماز سے باہر بھی شرک ہونا چاہئے۔ اگر آپ قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو آپ پر یہ واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فالذین امنوا بہ وعزروہ (سورۂ اعراف:۱۵۷)

ترجمہ: تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں۔

اس آیتِ کریمہ میں یہ واضح کیا گیا ہے جو اللہ کے رسول پر ایمان لاتے ہیں ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان کی تعظیم کریں اور ان کی تعظیم وتوقیر میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتیں۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

لتومنوا باللہ ورسولہ و تعزروہ و توقروہ (سورۂ فتح:۹)

ترجمہ: اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

اس آیتِ کریمہ میں بھی یہ واضح کیا گیا ہے کہ اے ایمان والو! میرے رسول پر سچے دل سے ایمان لے آؤ اور انکے ادب واحترام، تعظیم و توقیر کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بارگاہِ نبوت کے آداب کو ہمیشہ مقدم رکھا کرتے اور آپ کی تعظیم و توقیر میں کسی قسم کی غفلت نہیں کرتے۔

حالتِ نماز میں صحابہ کرام کی یہ تعظیم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب اور منصبِ رسالت کی وجہ سے تھی اور ایسی تعظیم و توقیر خواہ حالتِ نماز میں ہو یا نماز سے باہر، ہرگز شرک نہیں ہوسکتی بلکہ عین اسلام ہے اگر اس تعظیم کو شرک مان لیا جائے تو نعوذ باللہ تمام صحابہ کرام شرک کی زد میں آجائیں گے۔

مسلمانو! صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اس مہکتے مہکتے خوشبودار ایمان افروز عقیدے کا موازنہ ذرا صراط مستقیم کے مصنف کے بدبودار عقیدے سے کر کے دیکھئے! کہاں نماز کی حالت میں تعظیم رسول بجالائی جارہی ہے اور کہاں تصورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گدھے اور بیل کے تصور سے زیادہ برا کہا جارہا ہے۔ (نعوذ باللہ)

صحابیٔ رسول حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ عین حالتِ نماز میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے پکارا لیکن میں نماز میں مشغول رہا اور جواب نہ دیا۔ نماز پوری کر کے فوراً حاضر خدمت ہوا اور غیر حاضری کا سبب پیش کردیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں حالتِ نماز میں تھا۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم نہیں دیا: استجیبو اللہ وللرسول اذا دعاکم اللہ اور رسول جب تمہیں بلائیں فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوجایا کرو۔ (مشکوٰۃ شریف)

مسلمانو! غور فرمایئے حضرت ابوسعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ حالتِ نماز میں ہیں تب بھی دربارِ رسالت سے اتنی مہلت نہیں دی جارہی کہ نماز پوری کرلی جائے بلکہ حکمِ رسول پر نماز ترک کردینے کا حکم دیا جارہا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی حالتِ نماز میں سلام کا جواب بھی دے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی مگر حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ آپ کی آواز پر اگر کوئی نمازی نماز کو چھوڑ کر آپ کے حکم پر دوڑ پڑے آپکی خدمت حاضر ہوکر سلام و کلام کرے، حکم کو بجالائے نماز نہیں ٹوٹے گی۔

آئمہ دین اور مفسرین دین فرماتے ہیں کہ نماز کو چھوڑ کر رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دینے سے نماز میں خلل نہیں پڑتا بلکہ نمازی جہاں سے نماز چھوڑ کر جائے وہیں سے پھر نماز شروع کردے کیونکہ نماز بھی تو انہی کے حکم کی تعمیل ہے۔

محترم مسلمانو! ذرا سوچئے جب نمازی حالتِ نماز میں 'السلام علیک ایہا النبی' پڑھیں گے یا دُرودِ ابراہیمی پڑھیں گے تو ایسا کون ہے کہ جس کی توجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نہ ہو۔ کلمہ 'قل' کے مخاطب حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور ہمیں کیسے نہ آئے گا اس کے علاوہ قرآن مجید کی سینکڑوں آیات فخرِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بلندو برتری اور شان وعظمت کے قصیدے پڑھ رہی ہیں تو وہاں تصورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر ان کی تلاوت کیسے ممکن ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ عرصہ بیمار رہے اور ان دِنوں اپنے حجرے میں آرام فرماتے۔ یارانِ مصطفیٰ اپنے محبوب رسول کی بیماری کی وجہ سے بہت فکر مند رہتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُخِ انور کو دیکھنے کیلئے ہر گھڑی بے تاب رہتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس حجرہ میں آرام فرماتے وہ مسجد نبوی کے مشرقی حصے میں واقع ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجماعت نماز کی امامت فرما رہے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان پیچھے صف باندھے کھڑے ہیں۔ جماعت ہو رہی ہے کہ اچانک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجرے شریف کا پردہ اُٹھایا اور شمع رسالت کے پروانوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خوشی سے مسکرائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں پیچھے ہٹنے لگے تا کہ مصلّٰی خالی کر کے صف کے ساتھ مل جائیں اور مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اور دیدار کی خوشی میں نماز کو توڑ دیں تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ نماز کو پورا کرو پھر آپ حجرے شریف میں تشریف لے گئے۔ (بخاری شریف، ص ۱۰۴)

پیارے مسلمانو! غور کیجئے بخاری شریف کی یہ حدیثِ مبارکہ کتنے واضح الفاظ میں یہ وضاحت کر رہی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین قریب تھا کہ شوقِ دیدار میں نماز توڑ دیتے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ سے مکمل کرنے کا حکم دیا چونکہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حجرہ مسجد کے قبلہ رُخ پر نہ تھا بلکہ مشرقی حصے میں تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا حالتِ نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنا اور آپ کے اشارہ کو سمجھنا اور سمجھ کر پھر نماز مکمل کرنا' چہروں کو قبلہ سے پھیرے بغیر ممکن نہیں۔ تمام پروانوں کی نگاہیں اس وقت شمع نبوت پر لگی ہوئی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مصلّٰی چھوڑ کر پیچھے بھی آگئے تھے۔ مگر کسی کی نماز میں کوئی خلل واقع نہ ہوا اور نہ ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں نئے سرے سے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

مسلمانو! صحابیٔ رسول حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب نماز ادا کرتا تو اپنی نظریں نماز ہی میں چرا کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا۔ (بخاری شریف، ج ۲ ص ۶۳۵)

بیت المقدس حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا قبلہ تھا۔ تمام اہل ایمان روزِ اوّل ہی سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے حتیٰ کہ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ نماز ادا کی۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبلہ اوّل کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے۔ خانہ کعبہ چونکہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ دلی تمنا تھی کہ کعبہ شریف کو قبلہ بنا دیا جائے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ ظہر کی نماز با جماعت ادا کرنے کی تیاری کر رہے تھے کہ حضرت جبرائیل امین بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشاد فرمایا، اے جبرائیل امین میرا یہ دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رُخ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف پھیر دے۔ حضرت جبرائیل امین عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی عزت والے ہیں' دعا فرمائیں۔ یہ کہہ کر حضرت جبرائیل امین آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کی نیت باندھ لی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہیں، نماز ادا ہو رہی ہے مگر آج کی نماز میں نہ جانے کیا راز پوشیدہ ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار وحی کے انتظار میں رُخِ انور کو آسمان کی طرف اُٹھا رہے ہیں۔ جیسے ہی دو رکعتیں ادا کیں حضرت جبرائیل امین آسمان دنیا کو چیرتے ہوئے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام وحی کی شکل میں سنا دیا۔ جسے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

قد نریٰ تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضها فول وجهك شطر المسجد الحرام

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے
اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف (سورۂ بقرہ:۱۴۴)

مسلمانو! جیسے ہی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالتِ نماز ہی میں اپنا رُخ خانہ کعبہ کی طرف پھیر لیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے تھے انہوں نے بھی حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے رُخ کعبہ شریف کی طرف پھیر لئے۔ مدینہ منورہ کی دیگر مساجد جہاں جہاں جماعت ہو رہی تھی جیسے ہی یہ حکم پہنچا اسی لمحے دیگر صحابہ کرام نے بھی اپنے چہرے خانہ کعبہ کی طرف پھیر لئے اور اس طرح صحابہ کرام نے رہتی دُنیا تک اہل زمانہ کو تسلیم و رضا کا ایک بہترین نمونہ پیش کر کے دکھا دیا۔

حالتِ نماز میں صحابہ کرام کا حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ رہنا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر بیت المقدس سے کعبہ شریف کی طرف رُخ کرنا کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور کے بغیر ممکن ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

محترم مسلمانو! تعظیمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو جذبہ صحابہ کرام کے سینوں میں تھا اس ادب کا کروڑواں حصہ بھی شاید ہمارے دِلوں میں نہ ہو۔ حالتِ نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آنا صحابہ کرام کے نزدیک ایک عام سی بات ہے حد تو یہ ہے کہ صحابیِ رسول حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے مقامِ صہبا پر عظمتِ رسول پر اپنی نمازِ عصر تک قربان کردی مگر تعظیمِ رسول میں ذرا برابر فرق نہ آنے دیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ عصر ادا نہیں کی تھی جبکہ دیگر صحابہ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کر چکے تھے۔ اتفاق سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا سرِ اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر رکھ کر آرام فرما رہے تھے حتیٰ کہ سورج ڈوبنے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادب کی وجہ سے زانو نہ ہٹایا اور عصر قضا ہونے کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ آنسوؤں کے چند قطرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر گرے تو آنکھ کھل گئی' سبب پوچھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری عصر قضا ہوگئی، سورج ڈوب چکا' اس وجہ سے آنسو آگئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی' ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔ (ملاحظہ ہو مشکل الآثار امام طحاوی)

ہر ذی شعور اس حقیقت کو سمجھتا ہے اور مانتا ہے کہ حالتِ نماز میں تصورِ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت جو تعظیم اہلِ ایمان کے دل میں پیدا ہوتی ہے وہ محبوبِ خدا، نبی مصطفیٰ اور رسول ہونے کے لحاظ سے ہے خالقِ کائنات و مالک و معبود ہونے کے لحاظ سے نہیں' کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اور نماز میں اسکی طرف متوجہ ہونا کعبہ کی تعظیم و توقیر ہے۔ تعجب ہے اس سے تو کفر و شرک نہیں آتا۔ کیا باعثِ تخلیقِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال ہی تکمیلِ نماز میں خلل انداز ہوتا ہے؟ (نعوذ باللہ من ذالک)

اگر نماز کی یکسوئی کیلئے توحید پرستی اسی کا نام ہے کہ جب حالتِ نماز میں زِنا کا خیال آنے لگے تو بیوی کی صحبت کا خیال بہتر ہے اور یکسوئی کے منافی نہیں تو کیا سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آجانا ہی یکسوئی کے منافی ہوگیا؟

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حالتِ نماز میں 'السلام علیک ایہا النبی' کہنے لگو تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کرو۔ تمہاری اُمیدیں اور آرزوئیں اس معاملے میں صادق اور راسخ ہونی چاہئے کہ تمہارا اسلام سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچ رہا ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم تجھے جو جواب ارشاد فرما رہے ہیں وہ تیرے سلام کی نسبت اتم اور اکمل ہے۔

محترم مسلمانو! ذرا غور تو کیجئے کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصوف کا کیا اعلیٰ مقام بتایا ہے اور نمازی کو حکم دیا کہ حاضر کرو ان کو اپنے دل میں یعنی اپنی توجہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مبذول کرو مگر دورِ جدید کے مصنف کا معیارِ تصوف ہی نرالا ہے کہ جس نے یہود و ہنود کے جھوٹے معبود بیل کے تصور کو تو اچھا اور بہتر جانا مگر حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال و تصور کو برا سمجھا۔ نماز میں گدھے اور بیل کی صورت بمعہ تمام اعضاء کے تو دل کش لگے مگر تصورِ محبوبِ پروردگار سے نماز فاسد ہو جائے۔ (نعوذ باللہ)

محترم مسلمانو! اپنی گفتگو کے آخری موڑ پر میں آپ حضرات سے یہ پوچھنا چاہوں گا' ذرا از روئے ایمان بتایئے کیا صراط مستقیم کے مصنف کی لکھی گئی مذکورہ عبارت میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیال کو حالتِ نماز میں ہٹانے اور بیل اور گدھے کے تصور و خیال کو حضور کے تصور کے مد مقابل لانے کی مذموم جسارت کی گئی ہے یا نہیں؟ اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو پھر آپ کو یہ ماننا پڑیگا اور اپنی زبان سے یہ کہنا پڑے گا کہ مصنف نے جو گدھے اور بیل کے تصور کو فخرِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور کے مد مقابل لانے کی جسارت کی ہے بارگاہِ رسالت میں انتہائی گستاخی اور شانِ رسالت پر تابڑ توڑ حملہ ہے۔ جس کا توحیدِ الٰہی، توحیدِ رسالت اور توحید صحابہ سے قطعی کوئی تعلق نہیں۔

مسلمانو! خدارا انصاف کیجئے، کیا ایسا جملہ کسی وفادار اُمتی کی زبان سے نکل سکتا ہے؟ کیا ایسا ناپاک اور گستاخانہ نظریہ و عقیدہ کسی اہل ایمان کا قلم تحریر کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

مسلمانو! آپ یقین کریں یا نہ کریں لیکن خدا گواہ ہے کہ آج اس قوم کے ناپاک اور گستاخانہ عقائد اور نظریات رکھنے والے لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں بڑی تیزی سے علم سے نا آشنا مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنا رہے ہیں اور سیدھے سادھے مسلمان انہیں دین کا حقیقی علمبردار اور خدمت گزار سمجھ کر اور ان کی بڑی بڑی مساجد اور وسیع و عریض دار العلوم و مدارس دیکھ کر ان کی جماعت میں شامل ہو کر ان کے ہاتھوں کو مضبوط کر رہے ہیں۔

آہ! آج ہماری ایمانی غیرتوں کا ایسا جنازہ نکل چکا ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم سراپا احتجاج بن جاتے، شہر کی گلی کوچوں میں احتجاجی مظاہرے کرتے اور ان گستاخانہ عقائد پر مشتمل کتابوں کو نذرِ آتش کرواتے۔ لیکن آج ہماری حالت یہ ہے کہ ایسے باطل اور گستاخانہ عقیدہ رکھنے والے مولویوں کے پیچھے ہم نماز پڑھتے ہیں، ان کی مساجد کو آداب کر رہے ہیں، انہیں مہذب اور عالم دین کا اعزاز بخش رہے ہیں۔

لعنت ہے ایسے عقیدے اور نظریے پر کہ جس کے تحت ایسا بے ہودہ اور گستاخانہ توازن قائم کیا گیا ہے کہ ایک طرف تو حالتِ نماز میں خیالِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رکھا گیا اور اس کے مقابلے پر گدھے بیل کے خیال کو رکھا۔ ظالم نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ خیالِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دل میں لانے والے سچے مسلمان کو شرک کا فتویٰ لگا کر مشرک قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اور کفر کا طوق کروڑوں مسلمانوں کی گردنوں میں ڈال دیا۔ اس طرح تمام صحابہ کرام، آئمہ دین اور بزرگانِ دین جیسی وہ عظیم ہستیاں بھی ان کے فتویٰ کا شکار ہو گئیں جن کے پیشِ نظر حالتِ نماز میں تصورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جلوہ بسا رہتا تھا۔

مسلمانو! ذرا بتایئے کیا شانِ رسالت میں اس سے بھی بڑھ کر کوئی گستاخی اور بے ادبی ہو سکتی ہے؟

میرے محترم مسلمان بھائیو اور پیاری بہنو! میں نے آپ کی خدمت میں دو عبارات پیش کیں۔ پہلی عبارت میں آپ پڑھ چکے کہ حفظ الایمان نامی کتاب کے مصنف نے مخبر صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کو جانوروں اور پاگلوں کے علم کے برابر ثابت کرنے کی گستاخی کی جبکہ دوسری عبارت میں صراط مستقیم نامی کتاب کے مصنف نے لکھا کہ حالتِ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔ (نعوذ باللہ)

مسلمانو! ان شرمناک حقائق کو جاننے کے بعد ایک مسلمان کی کیا ذِمہ داری ہونی چاہیے؟ ایک وفادار اُمتی ہونے کے ناطے اس کا کردار کیا ہونا چاہیے؟ اس کا فیصلہ آپ کو اپنے ضمیر سے لینا ہے۔ کسی مولوی سے اس پر رائے لینے کی آپ کو ہر گز ضرورت نہیں عین ممکن ہے فرقہ پرستی کے اس دور میں وہ مولوی مذکورہ عبارات کو عین ایمان سمجھتا ہو اور اس کا تعلق بھی اسی گروہ سے ہو جو ایسی گستاخانہ عبارات کو بالکل دُرست اور ان کے مصنفین کو اپنا پیشوا اور رہنما مانتا ہو۔ فیصلہ آپ نے خود کرنا ہے۔ یہ مصنفین کون تھے؟ ان کا تعلق کس گروہ سے تھا؟ ان مصنفین کو ماننے والے دورِ حاضرہ میں کس نام سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں؟ اس حقیقت کو جاننے سے پہلے قرآن مجید کا ایک ارشاد ضرور سن لیجئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

یایہا الذین امنوا لا تتخذوا اباء کم واخوانکم اولیاء ان ستحبوا الکفر علی الایمان (سورۂ توبہ:۲۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں۔

قرآن مجید کے اس ارشاد سے واضح ہو گیا کہ جو لوگ دین کے مقابلے میں کفر کو پسند کرتے ہیں مسلمانوں کیلئے یہ حکم ہے کہ انہیں اپنا دوست ہر گز نہ بنائیں بلکہ ان سے اپنی نفرت اور دشمنی کا اظہار کریں۔ اس ارشاد کو سن لینے کے بعد اب ذرا اس حقیقت کو بھی جان لیجئے کہ مذکورہ گستاخانہ عبارات لکھنے والے مصنفین کا تعلق کس گروہ سے ہے۔

مسلمانو! جان لو اور خوب پہچان لو کہ ان دونوں مصنفین کا تعلق ایک ہی گروہ، ایک ہی مسلک اور ایک ہی فرقہ سے ہے۔ اس فرقہ کی پاک وہند میں دو شاخیں ہوئیں۔ ایک مقلد دوسری غیر مقلد۔ مقلد شاخ کو دیوبندی کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے جبکہ غیر مقلد کو وہابی یا اہلحدیث کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ان دونوں ہم خیال فرقوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان نامی کتاب میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کو پاگلوں اور جانوروں سے ملایا جبکہ انہی دونوں فرقوں کے شہید اعظم مولوی اسمٰعیل دہلوی نے صراطِ مستقیم نامی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کو بیل اور گدھے کے خیال سے برا لکھا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اشرف علی تھانوی نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو جمیع حیوانات یعنی جانوروں سے ملایا جبکہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کو گدھے اور بیل یعنی جانوروں کے تصور سے زیادہ برا قرار دیا یعنی دونوں نے نبی کی عظمت کا موازنہ جانوروں سے کیا ہے چونکہ ان دونوں مصنفین کا تعلق دیوبندی اہابی اہلحدیث فرقہ سے ہے اس لئے علماء دیوبند اور علماء وہابی ان گستاخانہ عبارات کو عین اسلام اور عقیدۂ توحید کی بنیاد سمجھتے ہیں۔ اگر آج دیوبندی اور وہابی اہلحدیث ان عبارات کو گستاخانہ سمجھتے تو ان دونوں مولویوں پر کفر کے فتوے ضرور لگاتے مگر ایسا نہیں وہ ان کے پیشوا اور رہنما ہیں اور ان کے ماننے والے آج بھی ان گستاخانہ کتابوں کو چھاپ کر ان مولویوں سے اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس طرح انہوں نے ان شیطانی عبارتوں میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناموس پر ایک غنڈہ انسان کی طرح حملہ آور ہو کر اللہ کے محبوب نبی پر گستاخی اور طعنہ زنی کے تیر برسائے ہیں لہٰذا ان کی سزا بھی وہی ہے جو قرآن وحدیث کی روشنی میں مستند حوالوں کے ساتھ پچھلے صفحوں میں بیان کی جا چکی ہے یعنی واجب القتل۔ اسلامی حکومت کے سربراہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان عبارات کا سختی سے نوٹس لے اور گستاخانِ رسول کو اسلامی احکام کے مطابق سزا دے۔

محترم مسلمانو! آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ آقائے دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانثار اُمتیوں نے ہر دور میں باطل پرستوں اور گستاخانِ رسول کو ان کے منطقی انجام تک پہنچانے کیلئے نہ صرف انکے خلاف مظاہرے اور گرفتاری کے مطالبے کئے بلکہ ناموسِ رسالت پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے جامِ شہادت نوش کئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ شمع نبوت کے پروانے شاتم رسول کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار اس وقت تک کرتے رہے جب تک ابلیسی کردار ادا کرنے والے اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس پر حملہ کرنے والے ملعونوں کو اس ناقابل معافی جرم کی سزا اسی عالم دنیا میں نہیں مل گئی اور شمع رسالت کے کسی پروانے نے اپنی تیغ ایمانی سے اس بدبخت کا سینہ چاک نہ کر دیا ہو۔ جن کے دل عشق رسول سے سرشار ہوں

اور دل و دماغ میں گنبدِ خضراء کا پُر کیف منظر بسا ہو اور دامن میں اللہ تعالیٰ کی اُلفت کے لعل و جواہرات ہوں بھلا ایسے بندگانِ خدا عاشقانِ مصطفیٰ یہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ کوئی گستاخِ رسول اس عالم دھرتی پر زندہ ہو۔ خواہ وہ کعب بن اشرف ہو یا بشر، ابو رافع ہو یا مسلیمہ کذاب، رام پال ہندو ہو یا سکھ چنچل سنگھ، ڈاکٹر رام گوپال ہو یا بھولا ناتھ سین۔ ہر دور میں ان گستاخوں کی گردنوں پر غلامانِ رسول نے وار کیئے اور صفحۂ ہستی سے ان کے نام و نشان تک مٹا دیئے۔ مگر افسوس کہ آج کے یہ مسلمان علماء دیوبند سے اپنی عقیدت کا رشتہ جوڑ رہے ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، ان کی مساجد اور مدارس کو چندہ دیتے ہیں، اپنے بچوں کو ان کے مدارس میں دینی تعلیم دِلوا کر ان کے ہاتھوں کو مضبوط کر رہے ہیں اور فرقہ دیوبندیت اور فرقہ وہابیت کو فروغ دے رہے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنا نام ان گستاخوں کی فہرست میں شامل کرا رہے ہیں جنہوں نے دامن مصطفیٰ کو داغدار کرنے اور ناموس رسالت سے کھیلنے کی جراَت کی۔

مسلمانو! میرا یہ کوئی الزام نہیں بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جو علماء دیوبند نے اپنی کتابوں میں تحریر کر رکھی ہیں جس سے کروڑوں سنّی مسلمان بے خبر ہیں۔ محض ان کی لمبی لمبی داڑھیاں اور لمبے لمبے کرتے، جبے اور دستار، بڑے بڑے دار العلوم، بڑی بڑی مساجد دیکھ کر ہر مسلمان ان کو تبلیغ دین اور اسلام کا خیر خواہ سمجھ بیٹھتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں ہے کہ محبوب کبریا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو لمبی لمبی نمازیں پڑھیں گے، روزے رکھیں گے اور قرآنِ پاک کی تلاوت بھی کریں گے لیکن قرآن پاک ان کی رگوں میں نہیں جائے گا وہ دین کے دائرے سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۳۴)

معلوم ہوا کہ اسی آسمان تلے اور اسی دھرتی کے اوپر ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو نمازی بھی ہوں گے، روزہ دار بھی ہوں گے، قاری بھی ہوں گے، حافظ بھی ہوں گے، بڑے بڑے تبلیغی چلے کرنے والے بھی ہوں گے مگر شانِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی اور بے ادبی کے سبب نہ ان کی نمازیں بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوں گی اور نہ ہی دیگر عبادات۔ علماء دیوبند نے اپنی کتابوں میں بے شمار عبارتیں گستاخانہ لکھی ہیں جسے پڑھ کر اہل ایمان کے کلیجے دہل جاتے ہیں۔

مسلمانو! علماء دیوبند کے بے شمار گستاخانہ عقائد میں سے صرف دو پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ ایک اُمتی کو سمجھنے کیلئے یہی دو کافی ہیں۔ اگر کوئی بدنصیبی سے سمجھنا ہی نہ چاہے تو اس کے سامنے دلائل کے دفتر بھی کھول دیئے جائیں تو وہ بھی کم ہوں گے۔ علماء دیوبند کی ان گستاخیوں نے سرزمین ہند میں مذہبی آگ لگا کر فتنے برپا کیئے اور ایسی من گھڑت کتابیں شائع کیں جن کو پڑھ کر لاکھوں علم سے ناآشنا مسلمان بزرگانِ دین کے دشمن اور انبیاء کرام کے گستاخ ہو گئے۔ مسلمانوں کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا۔

ذرا ایمان اور ضمیر کی روشنی میں یہ فیصلہ کیجئے کہ حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو پاگلوں، بچوں اور جملہ جانوروں جیسا کہنے والے علماء دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے بارے میں کوئی یہ کہے کہ جیسا علم اشرف علی تھانوی کو ہے ایسا تو ہر زید و بکر (ایرے غیرے) بلکہ ہر صبی و مجنون (بچے اور پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (گھوڑے، گدھے، کتے، خنزیر وغیرہ) کیلئے بھی حاصل ہے تو بتایئے یہ جملے علماء دیوبند کے نزدیک ادب میں شمار ہونگے یا بے ادبی میں۔ مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں اشرف علی تھانوی کی توہین ہوئی یا نہیں؟

حالتِ نماز میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاکیزہ تصور کو بیل اور گدھوں کے ناپاک تصور سے موازنہ کرنے والے مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والے علماء دیوبند اپنے ایمان اور ضمیر کی روشنی میں یہ فیصلہ کر کے بتائیں کہ ایک مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی ایک نماز کا واقعہ بیان کرتا ہے، میں صبح کی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ بڑے گھر سے آدمی دوڑا ہوا یہ خبر لایا کہ گھر میں سے (یعنی بیوی) کوٹھے کے اوپر سے گر گئی ہیں میں نے یہ خبر سنتے ہی نماز توڑ دی۔ (اشرف المعمولات، ص۱۴)

غور فرمایئے! دیوبندی امام کا تو یہ حال ہے کہ بیوی کا نام سنتے ہی ان کی محبت میں سرے سے نماز ہی توڑ دیں۔ اس عمل سے نہ تو اس کے تصور میں فرق آیا اور نہ ہی حضور قلب متاثر ہوا اور نہ ہی مرکز دیوبند سے ان پر شرک کا گولہ مارا گیا۔ مگر افسوس ہے اس نظریہ پر کہ اُمتی اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دل میں حاضر کر کے نماز ادا کریں تو علماء دیوبند اس پر شرک کا فتویٰ جاری کریں۔ کیا یہی اسلامی تعلیمات ہیں؟ جواب اپنے دل سے لیجئے۔

ہر کوئی جانتا ہے کہ حالتِ نماز میں الحمد شریف پڑھنا سب کیلئے ضروری ہے۔ بغیر سورۂ فاتحہ کے کسی کی نماز ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی سورۂ فاتحہ میں مسلمان **صراط الذین انعمت علیھم** کی آیتِ مبارکہ بھی تلاوت کرتے ہیں جس کے معنی ہیں: اے اللہ تو ہمیں ان کی راہ پر چلا جن پر تو نے احسان کیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احسان کن پر ہوا تو آیئے قرآن مجید ہی سے پوچھتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اولئك الذين انعم الله عليهم من النبين والصديقين والشهداء والصالحين

ترجمہ: جن پر اللہ نے انعام کیا وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ ہیں۔

معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ میں جن انعام یافتہ لوگوں کی راہ پر چلنے کی دعا مانگی جاتی ہے وہ انبیاء کرام، صحابہ کرام، شہداء کرام اور اولیاء کرام ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب ان برگزیدہ نیک لوگوں کی راہ پر چلنے کی دعا ہر نماز میں مانگی جائے تو ان کا خیال بھی ضرور آئے گا۔

چنانچہ جو لوگ اولیاء کرام، شہداء کرام اور امام الانبیاء کے تصور اور خیال کو حالتِ نماز میں شرک و کفر سمجھتے ہیں انہیں چاہئے کہ سورۂ فاتحہ میں سے اس آیتِ مبارکہ کو نکال دیں کیونکہ اس آیتِ کریمہ سے اولیاء اور انبیاء کا تصور دل و دماغ میں اُبھرتا ہے۔

اگر علماء دیوبند اور وہابی اہل حدیث واقعی انصاف پسند ہیں تو کبھی بھی حالتِ نماز میں اس آیت مبارکہ کی تلاوت نہ کریں۔

مجھے یقین ہے وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے اور جب ایسا نہیں کر سکتے تو انہیں چاہئے کہ ایسے عقائدِ باطلہ سے توبہ کریں اور حق پرستی کی وہ راہ اختیار کریں جس میں ہمارے دین وایمان کی بقاء ہو۔

رُخصت ہونے سے قبل آپ بھائیوں اور ماؤں، بہنوں سے گذارش ہے کہ **لِلّٰہ** اگر آپ ان کے خلاف مظاہرہ نہیں کر سکتے تو ان سے اپنی نفرت کا اظہار ضرور کریں۔ ان کی صحبتِ بد سے بچیں، ان کی مساجد میں نماز نہ پڑھیں، ان کے رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماع میں شرکت نہ کریں، اپنے بچوں کو ان کے مدارس میں دینی تعلیم نہ دلوائیں۔ اتنا سب کچھ جاننے کے بعد بھی اگر کوئی ان باتوں کو نظر انداز کر دے تو پھر یہ اس کے نصیب کی بات ہے۔ یاد رکھئے! گستاخِ رسول کو اچھا سمجھنا بھی گستاخی ہے اور اس کا ٹھکانہ بھی جہنم کے سوا کچھ نہیں۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ نماز تو ہم اللہ کیلئے پڑھتے ہیں یہ بھی تو اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں تو ایسے نادان اور ناسمجھ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس گستاخ امام کے اعمال بارگاہِ خداوندی میں مردود ہو جائیں تو پھر نہ ان کی نمازیں' نمازیں ہوتی ہیں، نہ حج' حج ہوتا ہے۔ سارے اعمال برباد کر دیئے جاتے ہیں۔ جب امام کی نماز قبول نہ ہوئی تو اس کے پیچھے کھڑے ہونے والے مقتدیوں کی نمازیں کیا خاک قبول ہوں گی۔

محترم مسلمانو! یاد رکھو کہ اگر کسی کی توہین کی نیت نہ بھی ہو پھر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں توہین کا کلمہ کہنا کفر ہے۔ امام شہاب الدین خفاجی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، توہین رسالت پر کفر کے حکم کا دارومدار ظاہری الفاظ پر ہے توہین کرنے والے کے قصد و نیت اور اس کے قرائن حالت کو نہیں دیکھا جائے گا ورنہ توہین کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا کیونکہ ہر گستاخ یہ کہہ کر بری ہو جائیگا کہ میری نیت اور ارادہ توہین کا نہ تھا لہٰذا ضروری ہے کہ توہین صریح میں کسی گستاخِ نبوت کی نیت اور قصد کا اعتبار نہ کیا جائے۔ (نسیم الریاض شرح الشفاء، ج ۴ ص ۴۲۶)

مذکورہ بالا فتویٰ سے ثابت ہوا کہ وہ شخص بھی کافر ہے جس نے بغیر نیت کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ تمام آئمہ دین کا گستاخِ رسول کے بارے میں یہ متفقہ فتویٰ ہے۔

ومن شك فى كفره و عذابه كفر جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے سو وہ بھی کافر ہے۔

(شفاء شریف، ج ۸ ص ۲۱۵، ۲۱۶۔ نسیم الریاض شرح شفاء، ج ۴ ص ۳۳۸۔ الرد المختار، ج ۳ ص ۳۱۷۔ الصارم المسلول، ص ۴ وغیرہ)

اوپر دیئے گئے بزرگانِ دین کے فتوؤں سے یہ فیصلہ ہو چکا کہ کافر و مرتد وہی نہیں کہ جس نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی بلکہ کافر وہ بھی ہے جو اس گستاخ کے کافر ہونے میں شک کرے۔

مسلمانو! یاد رکھئے بارگاہِ رسالت میں ادنیٰ سی گستاخی کرنے پر غضبِ خداوندی کے شعلے کس طرح بھڑکتے ہیں اس کا اندازہ ہم ہرگز نہیں لگا سکتے۔ قرآنی آیات اس بات پر گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بے ادب اور گستاخ کو یہ واضح کر دیا کہ تم سے اگر کوئی ایسا عمل یا کوئی ایسا جملہ صادر ہوا کہ جس سے میرے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بے ادبی کا کوئی پہلو نکلا تو یاد رکھو غضبِ الٰہی کی بجلی ایسی گراؤں گا کہ جو تمہیں جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دے گی۔

مسلمانو! گستاخوں کے عبرتناک انجام کو دیکھنے کیلئے دُور نہ جایئے ذرا ابولہب کی زندگی ہی پر نظر ڈال لیجئے۔

ابولہب حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابولہب دونوں حقیقی بھائی تھے۔ حقیقی چچا ہونے کے باوجود اس کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بغض اس قدر شدید تھا کہ وہ ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت میں لگا رہتا اور گستاخی کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں لوگوں کو دین کی دعوت دیتے یہ بدبخت وہاں پہنچ جاتا اور لوگوں کو کہتا، اے لوگو! یہ میرا بھتیجا ہے، یہ دیوانہ ہو گیا ہے، اس کے قریب مت جاتا اور نہ ہی اس کی بات سننا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ (نعوذ باللہ)

ایک مرتبہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم صفا کی پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور اہلِ مکہ کو بلند آواز سے پکارا لوگوں نے جب آپ کی پکار سنی تو بھاگتے ہوئے آیئے۔ جب سارے قبیلے جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن کا دستہ تم پر حملہ کرنے کیلئے آ رہا ہے تو کیا تم میری اس بات کا یقین کرو گے۔ سب نے ایک زبان ہو کر جواب دیا، بیشک ہم یقین کریں گے کیونکہ ہم نے آج تک آپ کی زبان سے سچ ہی سنا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں تمہیں خبر کرتا ہوں کہ اگر تم شرک سے باز نہ آئے تو خدا کا عذاب تمہیں نیست و نابود کر دے گا۔ اس مجمع میں ابولہب بھی موجود تھا اس نفرت سے اُنگلی اُٹھاتے ہوئے کہا تم تباہ ہو جاؤ کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی شان میں ابولہب کی یہ گستاخی بالکل برداشت نہ ہوئی اور انتہائی غضب ناک انداز میں قرآن مجید کی آیت نازل فرمائی۔

تبت یدا ابی لھب وتب (سورۂ لہب:۱)

ترجمہ: تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

اس واقعہ میں ایک نقطہ یہ بھی ہے کہ ابولہب نے اپنے ہاتھ کی ایک اُنگلی بے ادبی اور حقارت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اُٹھائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جانے کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایسی بددعا ہے کہ ابولہب تباہ و برباد ہوگیا۔ اس کا جسم ریزہ ریزہ کردیا گیا۔ اس کے جسم پر ایک زہریلا چھالا نمودار ہوا اور چند دنوں میں اس کے سارے جسم میں پھیل گیا۔ ہر جگہ سے بدبو اور پیپ بہنے لگی، گوشت گل سڑ کر نیچے گرنے لگا۔ اس کے بیٹوں نے جب یہ عبرتناک منظر دیکھا کہ اسے ایک لاعلاج بیماری لگ گئی ہے تو انہوں نے اسے گھر سے باہر نکال دیا اور تڑپ تڑپ کر اس بدبخت نے اپنی جان دے دی۔ مرنے کے بعد اس کی مردہ لاش کو ٹھکانے لگانے کیلئے کوئی بھی عزیز دار تیار نہ تھا۔ تین دن تک اس کی سڑی ہوئی لاش پڑی رہی جب اس کی بدبو سے لوگ پریشان ہوئے اور اس کے بیٹوں کو لعنت ملامت کی تو انہوں نے اس وقت چند حبشی غلام بھیجے انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑی سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔

مسلمانو! ابولہب کی عبرتناک موت پر غور کیجئے کہ وہ بنی ہاشم قبیلہ کا رئیس تھا، وہ مکہ کے چار دولت مندوں میں سے ایک تھا۔ اس کا اولین فرض تھا کہ وہ اپنے خاندان کے ایک باکمال نبی کی دعوت کو قبول کرتا اور اس دعوت کو عام کرنے کیلئے اپنے سارے وسائل استعمال کرتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی حالات کو اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ حضور کی پاکیزہ زندگی، حسن سوحنی سیرت اور بے داغ کردار کا مشاہدہ شب و روز کیا کرتا تھا مگر اس کے باوجود اس مرقع زیبائی و رعنائی پر کیچڑ اُچھالنے سے باز نہ آیا اور آپ کی گستاخی ہی کا نتیجہ تھا کہ اللہ کے غضب کا شکار ہوا۔ دنیا میں کوئی ایسی اولاد نہیں جو اپنے ماں باپ کو اس مصیبت کے عالم میں تنہا چھوڑ دے۔ مرنے کے بعد اس کی لاش کو یوں سرعام گلتے سڑتے دیکھتی رہے۔ لیکن جب کوئی حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی کر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر ایسا غضب ناک ہوجاتا ہے کہ اس کی اولاد تک کے دل میں ہمدردی اور محبت کے سارے جذبات ختم کردیتا ہے اور اس کا وہی حشر ہوتا ہے جو اس گستاخ رسول ابولہب کا ہوا۔

عتبہ اور عتیبہ یہ دونوں ابولہب کے بیٹے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت سے پہلے اپنی دو صاحبزادیاں رُقیہ اور اُمِ کلثوم کی شادی ان سے کی ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو ابولہب کے کہنے پر دونوں نے طلاق دیدی اور خاص طور پر عتیبہ نے کچھ زیادہ گستاخانہ انداز اختیار کیا وہ اس حد تک گستاخ ہوا کہ اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر تھوکنے کی جسارت کی جو لوٹ کر اسی کے چہرہ پر آپڑا۔ اس موقع پر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، الٰہی اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس ناہنجار پر مقرر فرمادے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عتیبہ ملکِ شام کے سفر پر روانہ ہوا۔ جب قافلہ ایک منزل پر پہنچا وہاں شیر زیادہ تھے۔ رات کو قافلے کا سامان ایک جگہ جمع کیا اور اس کا ٹیلہ بنا کر اس پر عتیبہ کو سلادیا اور قافلے کے تمام آدمی چاروں طرف سوگئے۔ جب تمام قافلے والے سوگئے تو اچانک ایک شیر آیا اور سب کا منہ سونگھنے لگا اور

کسی کو نقصان نہ پہنچایا اس کے بعد اس نے ایک چھلانگ لگائی اور اس ٹیلے پر پہنچ گیا جہاں عتیبہ سورہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کی اسے یہ سزا ملی کہ اس شیر نے چشم زدن میں اس کا سرتن سے جدا کردیا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

یا یہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون (سورۂ حجرات:۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

مسلمانو! اوپر دی گئی آیتِ کریمہ کا سرکی آنکھوں سے مشاہدہ کیجئے اس آیت کریمہ میں یہ واضح کردیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ کے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اونچا بولتا ہے اگرچہ لاکھ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے، عبادات میں شب وروز مشغول رہے، کروڑ بار کلمہ پڑھتا رہے مگر اونچا بولنے کے سبب اس کے سارے اعمال نیست و نابود کردیئے جاتے ہیں۔

پھر ان کی نمازیں کام آئیں گی نہ روزے، حج فائدہ پہنچائے گا نہ زکوٰۃ۔ ہر نیک وصالح عمل اکارت کردیا جائیگا۔ اسی طرح اگر کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ذرہ برابر بھی گستاخی کرتا ہے۔ کفر کا طوق اس کی گردن میں ڈال دیا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ذراسی بے ادبی اور بے باکی سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ ایسے شخص کی دنیا وآخرت دونوں تباہ وبرباد ہوجاتے ہیں اور ذلت ونامرادی اسکا مقدر بن جاتی ہے۔ عقل وفراست اس سے چھین لی جاتی ہے۔

حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی کرنے والوں کی یہ سزا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہیں کرتا۔ نہ عنداللہ اور نہ عندالناس۔ اسی لئے گستاخ رسول کو فوراً قتل کردینے کا شریعتِ مطہرہ نے حکم دیا۔ ایک مملکتِ اسلامیہ کا یہ اوّلین فرض ہے کہ توہین رسالت کرنے والوں کا محاسبہ کیا جائے اور ایک خصوصی عدالت قائم کرکے گستاخانِ رسول کو بغیر کسی تاخیر کے کیفرِ کردار تک پہنچانے کا انتظام کرے۔

بدنصیبی سے آج مسلمان اسلام سے اس قدر دور ہوگئے ہیں کہ اس فرقہ واریت کے دور میں حق و باطل کی پہچان کرنا بہت مشکل ہوگیا ہے۔ ان کی لاعلمی انہیں سیدھا گمراہی اور الحاد کے ظلمت کدوں کی جانب لئے جارہی ہے۔ مسلمانوں کا ضمیر طاغوتی تہذیب کے سنہرے دام میں اسیر ہوکر اس قدر مردہ اور بے جان ہوچکا ہے کہ تباہی وبربادی ان کا مقدر بن کر رہ گئی ہے اس تباہی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے مرکزِ ایمان پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنا تعلق کمزور کرلیا اور مختلف فرقہ ہائے باطلہ میں بٹ گئے۔

خوش نصیب ہیں وہ مسلمان اور قابلِ احترام ہیں وہ حضرات جن کے قلوب حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی لگن، سچی محبت سے سرشار ہیں اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کو دنیا جہاں کی شہنشاہیت سے برتر اور عظیم تر سمجھتے ہیں۔

ان تمام حقائق کو جان لینے کے بعد آخری بار ان بھائیوں اور بہنوں سے ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں جو فرقہ وہابیت، فرقہ دیوبندیت اور فرقہ مودودیت سے وابستہ ہو چکے ہیں اور لاعلمی کے سبب ان سفید پوش مولویوں کے جال میں پھنس چکے ہیں یا جو ان کے ظاہری اعمال بڑے بڑے مدارس و دارالعلوم اور بڑی عالیشان مساجد کو دیکھ کر ان کو توحید کا علمبردار اور دین کا ٹھیکیدار سمجھ بیٹھے ہیں اگر آپ کا ایمان و ضمیر زندہ ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر ایماندارانہ فیصلہ کیجئے اور سچائی کی راہ کو اختیار کیجئے جس میں ہمارے دین و ایمان کی بقاء ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بے ادبی کے دور میں گستاخانِ رسول کے شر سے ہر مسلمان کو محفوظ فرمائے۔ مسلمانوں کو فکرِ آخرت نصیب فرمائے۔ اپنی کم علمی کے سبب اس کتاب کو لکھنے میں بندہ ناچیز سے اگر کوئی لفظی یا معنوی غلطی ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنے محبوب کے نعلین پاک کے طفیل درگزر فرمائے اور اس کتاب کو اُمتِ مسلمہ کیلئے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین ثم آمین

فقط آپ کا بھائی

محمد نجم مصطفائی

3-3-1996